Scanned by CamScanner

انتساب

حضور ثانی کریم غریب نواز

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ

کے نام

سرو بستانِ سلیماں خواجہ اللہ بخش

باغبانِ نخلِ ایماں خواجہ اللہ بخش

قُطبِ عالَم، غوثِ اعظم، مظہرِ فیضِ اتم

آبِ حیوانِ غلامان، خواجہ اللہ بخش

جن کی نظر کرم نے مجھے اس کارِ عظیم کے لائق بنایا

ورنہ...... من آنم کہ من دانم

طالبِ دعا

محمد عبدالغفور سلیمانی

فہرس

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
4	انتساب	1
12	مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات	2
13	نعت رسول مقبول ﷺ	3
15	منقبت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ	4
16	شانِ تونسہ	5
17	منقبت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ	6
19	سخن ہائے گفتنی	7
28	مختصر سوانح حیات مشائخ چشت اہل بہشت	8
29	ا۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	9
30	قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی	10
31	شیخ شیوخ العالم حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر	11

12	سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء	31
13	نصیر الکاملین حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی	34
14	حضرت شیخ المشائخ علامہ خواجہ کمال الدین	34
15	سراج السالکین حضرت خواجہ سراج الدین	35
16	قطب العالم حضرت خواجہ علم الدین علم الحق	36
17	حبیب معبود حضرت خواجہ محمود عرف راجن	36
18	جمال الابرار حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن	37
19	قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ ابوصالح حسن محمد	37
20	قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد	38
21	امام الاتقیاء حضرت خواجہ ابویوسف محی الدین یحییٰ مدنی	39
22	حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی	40
23	حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی	41
24	محب النبی حضرت شاہ فخر الدین دہلوی	42
25	حضرت خواجہ نور محمد مہاروی	46
26	حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی	48
27	سوانح حیات حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم قدس سرہٗ	50
28	ولادت اور اسمِ مبارک	50
29	تعلیم وتربیت	52

53	بیعت وخلافت	30
53	ہندوستان کا سفر	31
54	زندے کا جنازہ	32
56	تعمیرات	33
57	حلیہ مبارک	34
58	معمولات	35
59	حضرت ثانی کریم کا مقام ومرتبہ	36
60	شمائل حضور غریب نواز قدس سرہ'	37
61	حضرت ثانی کریم کا خواب	38
69	اوقاتِ نماز	39
72	وضو	40
74	وصال	41
75	غسل اور نمازِ جنازہ	42
77	قطعہ تاریخ وصال	43
80	قبلہ عالم کی نظر فیض اثر	44
82	جذبہ عشق الٰہی	45
83	''الفو'' کا استغنیٰ	46
84	حضرت علی احمد صابر کی بیعت وخلافت	47

48	جلالِ موسوی رکھتے تھے	85
49	ذکر شیخ عبدالحق رودلوی کا	87
50	فائدہ	93
51	مضمونِ خط	93
52	میر اگل کا بہشتی ہونا	94
53	شیخ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے	96
54	کنوئیں کی کھدائی کا مشورہ	97
55	دھنو ہندو	98
56	حدیث قدسی	98
57	چہار شنبہ یا اونٹ	98
58	چیچک کی بیماری	99
59	کنوئیں کی کھدائی	101
60	حضور اکرم ﷺ پر بادل کا سایہ	103
61	چشتیاں شریف میں بارش	104
62	بخاری شریف کی حدیث شریف	105
63	بابا بلھے شاہ کا عقیدہ	105
64	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	107
65	عبارت	110

66	شارح دلائل الخیرات کا عقیدہ	110
67	گل محمد خان کا خط	111
68	فقیر کے نزدیک بے ادبی ہے	112
69	نور محمد کہاں ہے اسے بلاؤ	113
70	شیر صفت	114
71	حضرت صاحب کا ادنی غلام	115
72	شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا ذکر	116
73	آپ کی کسر نفسی	117
74	پچاس ہزار دینار کی خریداری	117
75	جوتے خون سے بھر گئے	118
76	حکایت	119
77	انسان کامل	120
78	عشق نہیں تو کچھ نہیں	120
79	عرض بحضور قبلہ عالم رضی اللہ عنہ	123
80	صاحبزادہ صاحب! یہ تو پانی کا دریا ہے اگر۔۔۔	124
81	آنکھوں سے خون جاری ہونا	125
82	اگر فرزند پدر ہستی مضبوط شو	127
83	حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ	128

84	خانہ کعبہ اور ابو یوسف چشتی	130
85	حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کی دعوت	131
86	آدمیوں کا عجائب گھر	133
87	ذکر حضرت منصور علیہ الرحمتہ	134
88	گوہر فقیر	134
89	حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا کلام	135
90	لاہور کے دو درویش	135
91	وحی کا انتظار	136
92	حدیث شریف	137
93	یہ دنیا چند روزہ ہے	138
94	مرید کا خلوص اللہ تعالیٰ کو پسند آیا	139
95	مولوی امام الدین کا ارتداد	140
96	دو ملا مرغی حرام	141
97	صاحبزادہ صاحب مجبور نہ کریں	142
98	مولوی امام الدین کی تدفین	144
99	مولوی کی مزار اور سرخ چونٹیاں	144
100	ورنہ ان کے منکر نہ ہوتے	145
101	پیر پٹھان اور مولانا روم رضی اللہ عنہما	145

147	بارش برسنا شروع ہوگئی	102
147	یہ دریا غازی خان کا ہے	103
149	سرخہ پیر کا کنواں	104
150	خواجہ اجمیری اور غوث پاک کی ہمزمانی	105
151	سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ	106
154	وظیفہ برائے حل مشکلات	107

مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات

توئی پروردگارم یاالٰہی
توقع از تو دارم یاالٰہی

مددگارم توئی در دین و دنیا
کہ باشد جز تو یارم یاالٰہی

بدہ توفیقِ خیرم در عبادت
زعصیاں شرمسارم یاالٰہی

اگر من سر بسر عرقِ گناہم
توئی آمرزگارم یاالٰہی

چو غفاری و ستار العیوبی
ز تو امیدوارم یاالٰہی

نجاتم دہ بکن از عفو و رحمت
ز دوزخ رستگارم یاالٰہی

تمنائے تراب از تو ہمین است
بیادت خوش گذارم یاالٰہی

(شاہ تراب علی، ماخوذ از نغماتِ سماع)

نعت رسول مقبول ﷺ

جب حُسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالَم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالَم کیا ہوگا

جس وقت تھے خدمت میں ان کی بوبکر عمر عثمان وعلی
اس وقت رسول اکرم کے دربار کا عالَم کیا ہوگا

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالَم کیا ہوگا

جب شمع رسالت روشن ہو کیونکر نہ جلے پروانہ دل
جب رشک مسیحا آ جائیں بیمار کا عالَم کیا ہوگا

معراج کی شب حق سے ملنے وہ عرش معلیٰ پر پہنچے
رفتار کا عالَم کیا ہوگا گفتار کا عالَم کیا ہوگا

اللہ و غنی سبحان اللہ کیا خوب ہے روضہ کا نقشہ
محرابِ حرم کا جالی کا مینار کا عالَم کیا ہوگا

کہتے ہیں عرب کے ذروں پر انوار کی بارش ہوتی ہے
ہے نجم نہ جانے طیبہ کے گلزار کا عالَم کیا ہوگا

(نجم نعمانی)

OOO

منقبت

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ

از: حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

مقیمِ کوئے آں شاہم کہ اعلیٰ آستاں دارد
ملوکش جملہ مفتون و ملائک پاسباں دارد

مثالِ عشقِ ما باآں شہِ خوباں عبرانی
چوں آں زالے کہ در دستِ تنیدہ ریسماں دارد

ترجمہ:

(۱) میں اس شہنشاہ کے کوچے کا رہنے والا ہوں جن کا آستان (آستانہ عالیہ سلیمانیہ) بہت ہی بلند وبالا ہے اور تمام بادشاہ ان کے عاشق اور ملائک پہرے دار ہیں۔

(۲) ہمارے عشق کی مثال تو کنعان کے حسینوں کے اس شہنشاہ جیسی ہے جن کی خریداری کے لیے ایک بوڑھی عورت اپنے ہاتھ میں کاتے ہوئے سُوت کی اَٹی لائی تھی۔

شانِ تونسہ

درگاہ سلیماں رحمۃ اللہ علیہ سے کیا کیا نظر آتا ہے
سدرہ نظر آتا ہے ، طوبیٰ نظر آتا ہے

اس مرقد اقدس میں دھڑکن ہے مشیت کی
پہلوئے سلیماں رحمۃ اللہ علیہ میں بطحا نظر آتا ہے

اس روضۂ ارفع پر جتنا کوئی جھکتا ہے
کونین میں اتنا ہی اونچا نظر آتا ہے

یوں کوئے مقدس کو سجدوں سے بسایا ہے
مسجود جبینوں میں کعبہ نظر آتا ہے

ایک وجد مسلسل نے وہ ربط کیا پیدا
انورؔ کا جو دل چیریں تونسہ نظر آتا ہے

(شیخ محمد انور۔لاہور)

OOO

منقبت

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ

از: محمد انور بابر چشتی

تذکرہ صبح و مسا ہے خواجہ اللہ بخش کا
نور پھیلا جا بجا ہے خواجہ اللہ بخش کا

آفتابِ خواجگانِ دودمانِ چشتیہ
مرتبہ کتنا بڑا ہے خواجہ اللہ بخش کا

آپ کا ہے جدِ اعلیٰ شاہ سلیمان تونسوی
ہر ولی مدحت سرا ہے خواجہ اللہ بخش کا

تشنگانِ معرفت ہوتے جہاں ہیں فیض یاب
فیض کو وہ در کھلا ہے خواجہ اللہ بخش کا

سوئے تونسہ چل مریضِ لا دوائے عشق چل
در یہی دار الشفا ہے خواجہ اللہ بخش کا

مرقدِ انوار خواجہ، قبلہ گاہِ کاملاں
بے کسوں کو آسرا ہے خواجہ اللہ بخش کا

آپ سا کس کو میسر ہے طریقت میں مقام
رتبہ عالم سے سوا ہے خواجہ اللہ بخش کا

دامنِ حاجات انورؔ بے گماں بھر جائے گا
بیکراں دستِ سخا ہے خواجہ اللہ بخش کا

سخن ہائے گفتنی

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

''غذاء المحبین'' کی پہلی مرتبہ طباعت واشاعت اور منظر عام پر آنے کے بعد ایک پیر بھائی نے فون کر کے مبارک باد دی اور رسمی تعریفی کلمات کے بعد کہا کہ ایک قلمی کتاب ''تنویر القلوب'' کے نام سے جو کہ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے، میرے پاس ہے، آپ اس کا بھی ترجمہ کریں اور موصوف نے وعدہ کیا کہ پندرہ دن کے اندر اندر کتاب آپ کو مل جائے گی لیکن بار ہا یاددہانیوں کے باوجود حافظ صاحب موصوف نے کتاب نہیں بھیجی۔ آخر میں نے ان کا شکوہ حافظ غلام رسول فخری صاحب سے کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ کتاب میرے پاس بھی ہے اور وعدہ کر کے کتاب بھجوادی۔ حصولِ کتاب کے بعد جب ترجمہ شروع کیا تو کچھ اغلاط اور بعض جگہ ترکہ کے سبب کچھ دشواری محسوس ہوئی۔ آخر میں نے مولوی محمد رمضان معینی تونسوی سے رابطہ کیا، انھوں نے کتاب مذکورہ کی موجودگی کا اقرار کیا اور کتاب بھیج دی۔

یہ وہ قلمی نسخہ ہے جسے مولانا غلام فخر الدین جراح نے ۱۳۲۴ء میں نقل کیا تھا اس سے میری مشکل آسان ہوگئی۔

❖ تونسہ شریف میں ہی آستانہ عالیہ سلیمانیہ سے منسلک احباب و متوسلین کے پاس حضرات خواجگان تونسہ مقدسہ کے بیسیوں نادرونایاب قلمی نسخوں کی صورت میں ملفوظات موجود ہیں جوالماریوں کی زینت بننے کے ساتھ ساتھ کرم خوردہ ہوکرضائع ہورہے ہیں ان کومحفوظ وشائع کرنے کی اشد ضرورت ہے، ایسے برادرانِ طریقت سے درخواست ہے کہ ان نادر ونایاب مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کومنظرعام پرلائیں اگروہ یہ کام خودنہیں کرسکتے توان کی مکمل نقول ہمیں فراہم کریں تاکہ وہ کتب جن مقاصد کے لیے لکھی گئی تھیں وہ اغراض ومقاصد پورے ہوں اور برادرانِ طریقت ان کتب سے مستفید ہوسکیں، یہ بھی ایک جہاد ہے اور جہاد بالعلم وجہاد بالمال کے زمرے میں آتا ہے۔

کہیں ایسانہ ہوکہ خلیفہ رحیم بخش صاحب مرحوم کے ذاتی کتب خانہ (جو کتب خانہ سلیمانیہ کا نچوڑ تھا) کی طرح ضائع ہو جائیں۔بقول خلیفہ عبدالرؤف صاحب بن خلیفہ رحیم بخش صاحب مرحوم:

> ''ہمارے پاس بہت ہی قیمتی اور نایاب کتابیں تھیں جو ہمارے والد صاحب مرحوم کی وفات کے بعد مکان کی تعمیر کے دوران ہماری غفلت ولاپرواہی سے وہ سب کی سب کتابیں ضائع ہوگئیں''۔

❖ ''تنویرالقلوب'' سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ کا ایک نہایت ہی اہم اور منفرد مجموعہ ہے۔اس مجموعہ میں حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہٗ کی سوانح

حیات، مناقب اور ملفوظات گرامی درج ہیں، اس درِ بے بہا کے جامع مولوی احمد خان بختیار اوشی ثم الخراسانی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہٗ کے مرید اور مجاز بیعت بھی تھے۔ مولوی محمد رمضان معینی تونسوی سے منقول ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ اپنے شیخ کے حکم سے دار الخیر اجمیر شریف چلے گئے اور وہیں ۱۲ رشعبان المعظم ۱۳۱۸ھ کو وفات پائی۔ اجمیر شریف ہی میں شاہجہانی مسجد کے شمالی جانب سولہ کھمبا عمارت کے ایک حجرہ میں مدفون ہیں۔ بقول مولانا معینی تونسوی ایک کتبہ ان کے دروازے پر آویزاں ہے جس پر یہ شعر مکتوب ہے۔

قطب الدین بختیار نائب شُد

احمد خان بختیار دربان شُد

❖ مصنف علیہ الرحمۃ اس رسالہ کی تصنیف کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

''از عرصہ دراز دریں فکر بودم کہ کدام کتابی باجان ہم قالبی در ملفوظات محبوبی اعنی مولانا ومرشدنا حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ وفیوضاتہ جمع کردہ شوذ''۔

یعنی عرصہ دراز سے میں اس فکر میں تھا کہ جان ودل سے زیادہ عزیز کوئی ایسی کتاب مرتب کی جائے جو ہمارے محبوب ومرشد یعنی حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ وفیوضاتہٗ کے ملفوظات پر مبنی ہو۔

❖ ''تنویر القلوب'' ایک بالکل مختصر سا رسالہ ہے جس کے متعلق

مصنف علیہ الرحمۃ خود رقم طراز ہیں کہ:

''کیوں کہ اس کتاب کی عبارت کا مسودہ محض ملفوظات شریفہ لکھنے کے لیے بطور یادگار لکھا ہے اس لیے اس کتاب میں اختصار کو اختیار کیا ہے جب کہ ملفوظات شریف مع شرح اور فوائد کثیرہ کے دوسری کتاب ''تنویرالقلوب فی مناقب المحبوب'' کے نام سے لکھی جائے گی''۔

لیکن اس نام کی کوئی کتاب ملفوظات کی دنیا میں منظر عام پر نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کہیں ذکر ملتا ہے ممکن ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ شرح لکھنے سے پہلے ہی دارالآخرت کی طرف کوچ کر گئے ہوں یا قبضہ گروپ نے خفیہ خانوں میں رکھ کر ضایع کردی ہو اور اب خفت سے بچنے کے لیے اظہار و اقرار سے انکاری ہوں۔

❖ لیکن مولانا معینی تونسوی نے اس رسالہ ''تنویرالقلوب'' کی شرح کے ابتدائی صرف چار صفحات دیے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس بھی مکمل شرح نہیں ہے اور اگر تھی تو اب صرف یہی چار صفحے باقی بچے تھے۔ اب ان چار صفحات کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، آپ بھی اپنے اپنے قلوب منور کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی نور قلوب العاشقین بنور محبتہ

شرح صدور العارفین بکشف عرفانہ وجمالہ
ومَنَّ علینا بدوام صحبۃ اولیائہ الکاملین
کما خطبنا بخطابہ الکریم وھو قولہ تعالیٰ:
وکونوا مع الصادقین.

○ سب طرح کی تعریفیں اس معبودِ حقیقی کے لیے جس نے اپنے نورِ محبت سے عاشقین کے دلوں کو منور فرمایا۔

○ جس نے اپنی معرفت اور اپنے حسن و جمال کی تجلیات کے لیے عارفین کے سینوں کو کھول دیا اور پردے ہٹادیے۔

○ اور جس نے ہم پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ہمیں اپنے اولیاء کاملین کی صحبت میں ہم نشینی کا شرف بخشا۔

○ جیسا کہ ہمیں اپنے کریمانہ خطاب سے نوازا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وکونوا مع الصادقین.

والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہ الذی قال فی شانہ
الواحد الاحد الصمدُ.

یانُور نورِی ویاسر سری یاخزائن معرفتی افدیت ملکی
علیک یامحمد من لدن العرش الٰی تحت
الارضین کلھم یطلبون رضائی وانااطلُبُ رضاک
یامحمد یا حامد ویامحمود علی وآلہ الطیبین الطاھرین
واصحابہ الاکرمین ھم نجوم الھدایۃ والدین.

o درود وسلام کے تحفے ہوں حبیب کبریا کی ذات پر جن کی شان میں اللہ تعالیٰ بے نیاز اور وحدہٗ لاشریک نے فرمایا ہے کہ:

یعنی اے میرے نور کے نور، اے میرے رازوں کے راز دار، اے میری معرفت و پہچان کے خزینے، اے محمد ﷺ! میں نے اپنا تمام مِلک ومُلک آپ پر قربان کیا ہے۔

اے محمد، حامد و محمود ﷺ! عرشِ عظیم سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوق میری رضا کی طلب گار ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اور درود وسلام ہو آپ کی آل پاک پر اور آپ کے صحابہ کرام پر جو دین اسلام اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

وقال علیه الصلوٰة والسلام:

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔

یعنی: ''میرے صحابہ کرام ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا اور پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے''۔

امابعد! بندۂ عاصی احمد بن میر عالم کہتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ عرصہ دراز سے میں اس فکر میں تھا کہ کوئی ایسا عملِ خیر کیا جائے جو پیر ومرشد کی خوشنودی اور اس بندۂ عاصی کی تقصیرات کی معافی کا سبب بن سکے۔ اس معاملہ میں جس قدر غور وغوض کیا اور تلاش وجستجو کی گئی مگر کوئی عمدہ اور پسندیدہ عمل اس احقر العباد راقم الحروف کی نظر میں نہ آیا جو کفارۂ ذنوب بنتا۔

آخر ایک روز عالمِ خواب یا حالتِ غنودگی میں حضرت فخر الاولیاء، سلطان التوکلین خواجہ پیر پٹھان تونسوی رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ:

''جمع کردن ملفوظات پیر خویش مرید راموجب جزائے کثیرہ واجر عظیمہ است چنانچہ ثمرۂ ثواب میان این شخص کہ جمع کنندۂ ملفوظات پیر خویش است ومیان آن شخص کہ جامع صحیح بخاری ومانند آن از دیگر کتب معتبرہ است بروز حشر معلوم خواہد شد کہ من حیث اجر وثواب چہ قدر فرق وتفاوت دارد۔ (انتہی)

ترجمہ: کسی مرید کا اپنے پیر ومرشد کے ملفوظات جمع کرنا اجرِ عظیم اور ثواب کثیر کا موجب ہے۔ چنانچہ یہ شخص جس نے اپنے پیر ومرشد کے ملفوظات جمع کیے اور وہ شخص جس نے صحیح بخاری شریف اور اس جیسی دوسری معتبر کتابیں جمع کی ہیں، ان دونوں کے درمیان بروز قیامت معلوم ہوگا کہ من حیث الاجر ان دونوں کے اجر وثواب میں کس قدر فرق ہے''۔

❖ مصنف علیہ الرحمۃ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

آپ کا یہ ارشاد اور اشارہ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ میرے لیے یہ راہِ نجات کا سبب اور وسیلہ ہے جس کی حضرت فخر الاولیاء تونسوی رضی اللہ عنہ نے نشاندہی کی ہے اور اسی روز میں نے کمر ہمت باندھی اور اپنے اوپر فرض ولازم جان کے اپنے پیر ومرشد یعنی زبدۃ الابرار، قدوۃ الاخیار، شہبازِ طریقت، شیر بیشہ حقیقت، غواص لآلی بحرِ معرفت، آفتابِ ہدایت، شیخ

الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی چشتی (ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ) قدس سرہ کے ملفوظات جمع کرنا شروع کر دیے۔ اپنی کم استعداد کے باوجود جس قدر ممکن ہوسکا، آپ کی زبان درفشاں سے جو کچھ اس احقر العباد نے سنا، اسے اس مختصر رسالے میں جمع کر کے اس کا نام ''تنویر القلوب فی مناقب المحبوب'' رکھا۔

❖ الحمدللہ! راقم الحروف (محمد عبدالغفور سلیمانی) بطورِ تحدیثِ نعمت کہتا ہے کہ یہ شرف اور سعادتِ عظمیٰ یعنی ''غذاء المحبین'' کے بعد ''تنویر القلوب'' کا اردو ترجمہ، طباعت اور اشاعت اس فقیر کے حصہ میں آئی ہے۔

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

o اے میرے خواجہ کریم! اس بندۂ ناچیز کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ آپ یکے بعد دیگرے اپنے دو مجموعہ ہائے ملفوظات کے تراجم اور طباعت واشاعت کی خدمت کی سعادت مجھے عطا فرمائیں گے۔

o یہ ناکارۂ خلائق اس قابل کب تھا؟

o اس بے علم و عمل اور نادان میں یہ اہلیت کہاں تھی؟

o اے میرے خواجہ کریم! اسے میں آپ کی نظر کرم نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟

o اے میرے خواجہ کریم! آپ کے نام کی نسبت قائم ودائم رہے اور آپ کی محبت وعشق سے ہم تمام برادرانِ طریقت کے قلوب ہمیشہ منور وسرشار رہیں۔ حسب سابق اب بھی میں اپنے حضور ثانی کریم غریب

نواز قدس سرہٗ کی عطا کا منتظر ہوں کہ لنگرِ سلیمانی سے ضرور تحفہ عطا فرمائیں گے، نا امید نہیں ہوں۔

○ آخر میں، مَیں اپنے ان تمام برادرانِ طریقت کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جنھوں نے اس اہم اور عظیم کام کی تکمیل میں میری اعانت کی اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمایا۔

اور بلا تخصیص ان تمام احباب کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل، ایمان و ایقان اور رزق حلال میں خیر و برکتیں نازل فرمائے اور دنیا و آخرت میں کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

کراچی پاکستان

محتاجِ دعا

(محمد عبدالغفور سلیمانی)

(0334-3506728 - 0311-2565348)

مختصر سوانح حیات مشائخ چشت اہل بہشت

خواجۂ خواجگان شیخ المشائخ حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ طریقت سولہ واسطوں سے حبیب رب العالمین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ ان کے بعد امیر المؤمنین امام الاولیاء حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم (متوفی ۴۰ ھ) سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ خواجگان کے پیر ومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

نمبر	سلسلہ طریقت	سالِ وصال
۲	نائب علی المرتضیٰ حضرت خواجہ ابو محمد حسن بصری رضی اللہ عنہ	۱۱۱ ہجری
۳	سید الکاملین حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ	۱۷۷ ہجری
۴	قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ	۱۸۷ ہجری
۵	سلطان الاولیاء حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ	۲۶۵ ہجری
۶	برہان الکاملین حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ	۲۷۶ ہجری
۷	افتخار الابرار حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ البصریؒ	۲۸۷ ہجری
۸	زُبدۃ السالکین حضرت خواجہ ممشاد علو الدینوریؒ	۲۹۸ ہجری
۹	منہاج العارفین سر سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ	۳۲۹ ہجری

۱۰	قدوۃ الاحرار حضرت خواجہ قدوۃ الدین ابواحمد ابدال چشتیؒ	۳۵۵ ہجری
۱۱	سراج السالکین حضرت خواجہ ناصح الدین ابومحمد چشتیؒ	۴۱۱ ہجری
۱۲	شیخ المشائخ حضرت ناصر الحق والدین حضرت ابو یوسف چشتیؒ	۴۵۹ ہجری
۱۳	زبدۃ الاصفیاء حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ	۵۲۷ ہجری
۱۴	سلطان الکاملین حضرت خواجہ حاجی شریف زندانیؒ	۶۱۲ ہجری
۱۵	قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ	۶۱۷ ہجری

O حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ تھے، جن سے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش (ثانی کریم) تونسوی کا سلسلہ ۱۷ واسطوں سے مل جاتا ہے۔

حضرت ثانی کریم تونسوی تک مشائخ چشت اہل بہشت کے تبرکاً مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ:

والد ماجد کا اسمِ گرامی غیاث الدین ۵۳۷ھ میں ایران کے علاقہ سیستان میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ پندرہ سال کے تھے کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ آپ بخارا تشریف لے گئے جہاں آپ نے حفظِ قرآن اور علومِ ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد عراق تشریف لے گئے جہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے بیس سال

مرشدِ کامل کی خدمت میں رہے۔ پھر مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ جہاں ایک روز روضۂ اطہر سے آواز آئی کہ ہندوستان کی ولایت تمہارے سپرد ہے اجمیر جاؤ اور وہاں اپنا مسکن بناؤ۔ چنانچہ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ ھ کو اجمیر میں رونق افروز ہوئے۔

آپ کا وصال سلطان التمش کے دور میں ۶ رجب ۶۳۳ ھ کو ہوا۔ عمر مبارک ۹۷ برس تھی۔ جس روز وصال ہوا اس شب اکثر اہل اللہ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اصحاب تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "خدا کا دوست معین الدین دنیا سے آتا ہے اس کا استقبال ضروری ہے"۔

۲۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ:

۵۸۲ ھ میں ماوراء النہر کے ایک قصبہ اوش میں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد ماجد سید کمال الدین نے انتقال فرمایا۔ پانچ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے ایک ہمسایہ کے ساتھ بھیجا کہ معلم کے حوالے کر آئے۔ علومِ ظاہری کی تحصیل کے بعد حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی سے بیعت ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں خرقۂ اجازت حاصل کیا۔ ہر شب سو رکعت نفل کے علاوہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا آپ کا معمول مبارک تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص سے یہ شعر سنا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ سن کر چار روز سکر کی حالت میں رہے اور پانچویں روز ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک دہلی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

۳۔ شیخ شیوخ العالم حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

والد ماجد کا اسمِ گرامی شیخ جمال الدین ۵۷۵ھ میں کھتوال (موجودہ نام کوٹھے وال) مضافاتِ ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا قاضی شعیب ہلاکو کے زمانہ میں اپنے وطن مالوف کابل کو چھوڑ کر لاہور تشریف لائے۔ دہلی میں بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے منصب پیش کیا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور ملتان تشریف لے گئے۔ علومِ ظاہری کی تکمیل آپ نے ملتان میں قاضی منہاج الدین کی مسجد میں فرمائی اور وہیں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ کے دادا پیر خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے بھی آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ ایک مرتبہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے فرمایا کہ: ''قطب الدین، تم نے ایک بڑے شہباز کو مقید کیا ہے''۔

آپ کا وصال ۵ محرم الحرام ۶۶۸ھ کو پاک پتن شریف میں ہوا۔ اس وقت عمر مبارک ۹۵ سال تھی۔

۴۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ:

۶۳۶ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ احمد بن علی بخارا سے ہندوستان تشریف لائے۔ سادات حسینی سے ہیں۔ پانچ

سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی صالحہ اور باخدا خاتون تھی اس دُرِ یتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ اہتمام کیا۔ کتابیں پڑھنے کے قابل ہوئے تو مولانا علاء الدین اصولی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ قدوری ختم کی تو مولانا اصولی نے دستارِ فضیلت باندھی۔ سولہ سال کی عمر میں دہلی آگئے اور مولانا شمس الدین خوارزمی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ علامہ کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار کا درس لیا اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے دربارِ شاہی میں ملازمت کے لیے درخواست دی۔ خیال تھا کہ بدایوں کے قاضی مقرر ہو جائیں گے۔ ان دنوں دہلی میں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی بزرگی کا چرچا تھا آپ ان کی خدمت میں دعا کی غرض سے حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا، بابا نظام ''قاضی مشو چیز دیگر شو۔'' پھر شیخ نے فرمایا کہ پاک پتن میں شیخ شیوخِ عالم حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت پاک پتن تشریف لے گئے۔

شیخ شیوخِ عالم نے آپ کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

اَے آتشِ فراقت دِلہا کباب کردہ

سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس حاضری میں حضرت محبوبِ الٰہی شیخ کبیر سے بیعت ہو گئے۔ عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی۔ ۶۵۹ ھ میں حضرت شیخ کبیر نے سندِ

خلافت عطا فرمائی اور دہلی کی تولیت پر مامور فرمایا۔ دہلی میں حضرت نے بیعتِ عام کا دروازہ کھول دیا۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور گناہوں سے تائب ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہو جاتے۔

تاریخ فیروز شاہی میں ہے کہ حضرت کی برکت سے عوام کا رُجحان دینداری کی طرف بہت ہو گیا تھا۔ حضرت کے اکثر مرید دو تہائی یا تین چوتھائی رات تمام سال قیام اللیل میں گزارتے۔ عام لوگوں کی زبان پر بھی شراب و شاہد، فسق و فجور، قمار بازی اور فحش حرکات کا ذکر نہ آتا تھا۔ دوکانداروں میں جھوٹ، کم تولنا، مکاری و دغا، دھوکا دہی اور نادانوں کا روپیہ مار لینا سب قطعی ختم ہو گئے تھے۔

حضرت نے سلطانی دربار سے منسلک اُمراء، دوسرے ملازمین کی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ یہ لوگ حضرت کی توجہ سے چاشت، اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے اور ایامِ بیض اور عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے۔ حضرت محبوبِ الٰہی اتباعِ سُنت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس کی تلقین فرماتے تھے۔ وصال سے چند روز قبل خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

"نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے"۔

اس خواب کے بعد سفرِ آخرت کے لیے بے چین رہنے لگے۔ حضرت کا وصال چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں ہے۔ روضہ مبارک کی عمارت سلطان محمد بن تغلق نے بنوائی۔

۵۔ نصیر الکاملین حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود ۶۷۵ھ میں اودھ میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب حضرت فاروقِ اعظم سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا شیخ عبداللطیف بخارا سے لاہور آئے جہاں آپ کے والدِ ماجد شیخ یحییٰ متولد ہوئے۔ جنھوں نے جوان ہوکر اودھ میں سکونت اختیار کی۔ نو برس کے تھے کہ والد ماجد شیخ یحییٰ فوت ہوگئے۔ والدہ نے علمِ ظاہری کے لیے مولانا عبدالکریم شیروانی کے سپرد کیا۔ جن سے آپ نے ہدایہ اور بزدوی تک کتابیں پڑھیں۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم کی تکمیل کی۔ تحصیلِ علوم کے بعد مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہوئے اور پندرہ سال اہل اللہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ چالیس برس کی عمر میں حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔ حضرت نے خلافت سے نوازا اور چراغِ دہلی کا خطاب دیا۔ فیروز شاہ کے عہد میں جمعہ ۱۸/رمضان شریف ۷۵۷ ہجری کو آپ کا وصال ہوا۔ اس وقت عمر مبارک ۸۲ سال تھی۔ مزارِ اقدس پرانی دہلی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

۶۔ حضرت شیخ المشائخ علامہ خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خواہرزادہ تھے۔ والد ماجد کا اسمِ گرامی شیخ عبدالرحمٰن تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت فاروقِ اعظم سے ملتا ہے۔ علمِ حدیث، فقہ، تفسیر اور اصول میں یگانۂ روزگار تھے۔ اس لئے

علامہ آپ کا خطاب تھا۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مولانا احمد تھانیسری، مولانا عالم سنگریزہ ملتان اور مولانا عالم پانی پتی جیسے بزرگ شامل ہیں۔

شرفِ بیعت حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔ خلافت حضرت چراغ دہلوی نے عطا فرمائی۔ حصولِ خرقۂ خلافت کے بعد احمد آباد گجرات چلے گئے۔ جہاں آپ کو قبولِ عظیم حاصل ہوا اور بے شمار خلقت حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔

آخر عمر میں دہلی تشریف لے آئے۔ آپ کا وصال ۲۷/ ذی قعدہ ۷۲۶ھ کو ہوا۔ مزار مبارک حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے روضۂ اقدس کے قریب ہے۔

۷۔ سراج السالکین حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ چار سال کی عمر میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید ہوئے۔ علومِ ظاہری اور باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔

بارِ دیگر ہم ہمی گوید سراج
قبلۂ ما نیست اِلّا رُوئے دوست

فخر الاولیاء میں ہے کہ آپ حضرت چراغِ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے اور والد بزرگوار حضرت خواجہ کمال الدین علامہ سے بھی آپ کو خلافت

ملی تھی۔آپ کا وصال پنجشنبہ یکم جمادی الاوّل ۸۱۷ھ بوقت عشاء ہوا۔ مزارِ مبارک قلعہ پیراں پٹن نہر والا میں محلہ برکات پورہ (احمد آباد گجرات) میں زیارت گاہِ مخلوق ہے۔

۸۔قطب العالم حضرت خواجہ علم الدین علم الحق رحمۃ اللہ علیہ:

سراج السالکین حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ والد محترم کے مرید وخلیفہ تھے۔انہی سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کئے۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ارادت و اجازت حاصل تھی۔ نہایت درجہ مرتاض، متبع سنت اور صاحبِ کشف وکرامت تھے۔ جو زبان مبارک سے ارشاد فرماتے وہی ہوتا۔ سماع سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قطب العالم حضرت خواجہ علم الدین مادرزاد ولی تھے۔ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔

۹۔حبیب معبود حضرت خواجہ محمود عرف راجن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ علم الدین علم الحق رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ ارادت حاصل کیا اوران کے وصال کے بعد جانشین ہوئے۔ ریاضت وکرامت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔سلسلۂ سہروردیہ اور شطاریہ میں حضرت شیخ قاذن رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی۔ نیز ایک خرقۂ خلافت چشتیہ شیخ ابی الفتح مرید وخلیفہ حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل تھا۔

آپ کا وصال جمعہ ۲۲ / صفر ۹۳۲ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پیراں پٹن میں ہے۔ آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد بے شمار ہے لیکن سلسلہ فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا۔

۱۰۔ جمال الابرار حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ علومِ ظاہری اور باطنی انہیں سے حاصل کئے۔ مراءۃ السالکین میں ہے کہ آپ صاحبِ معرفت، اہلِ شریعت اور عالم متبحر تھے۔ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو خاندانِ مغربیہ کی خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔ ۹ / ربیع الاوّل ۹۴۰ھ میں کفار جاپانیز نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

''شہیدِ خنجرِ تسلیم عمر جاوداں وارد'' سے مادۂ تاریخ برآمد ہوتا ہے۔ مزار شریف احمد آباد گجرات کے محلّہ شاہ پور میں دریائے سابنر کے کنارے زیارت گاہِ خلائق ہے۔

۱۱۔ قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ ابو صالح حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ:

۹۲۳ھ میں احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ والدِ ماجد کا اسمِ گرامی شیخ احمد عرف میاں جیوتھا حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ مراءۃ السالکین میں ہے کہ آپ مادرزاد ولی تھے اور آپ نے اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں شہرتِ عظمیٰ حاصل کر رکھی تھی۔

بارہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ جمال الدین جمن کے مرید ہوئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کر کے ان کے خلیفہ بنے۔ آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اپنے والدِ ماجد کی طرف سے خلافت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں مختلف بزرگانِ سلاسل سے قادری، گازرونیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ، فردوسیہ اور کبرویہ وغیرہ سلسلوں میں بھی خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔

آپ کی دیگر تصانیف کے علاوہ حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ قوت القلوب حاشیہ برشرح مطالعہ، حاشیہ نزہت الارواح وغیرہ معروف ہیں۔

آپ نے ۵۹ برس کی عمر میں اکتالیس سال مسندِ ارشاد پر فائز رہنے کے بعد ۲۸/ ذی قعدہ ۹۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ مزارِ پُر انوار احمد آباد گجرات کے محلّہ شاہ پور میں ہے۔ آپ کا سلسلہ آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سے جاری ہوا۔

۱۲۔ قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ:

نامِ نامی شمس الدین اور لقب محمد ہے۔ ۹۵۶ھ کو احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد حضرت خواجہ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ فقر و ارادت حاصل کیا اور ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ والد ماجد سے قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ سلسلوں میں بھی خلافت ملی تھی۔ نیز حضرت خواجہ نصیر الدین چراغِ دہلی سے فیضِ روحی حاصل تھا۔ آپ کے چار صاحبزادے شیخ عزیز اللہ، شیخ سراج الدین، شیخ

حسن محمد اور شیخ محمود تھے لیکن سلسلہ خاندان چشتیہ نظامیہ میں آپ کا سلسلہ آپ کے پوتے حضرت خواجہ یحییٰ مدنی سے جاری ہوا۔۲۹/ربیع الاوّل ۱۰۴۰ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ مزارِ مقدس احمد آباد گجرات میں حضرت خواجہ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور کے قریب ہے۔

۱۳۔امام الاتقیاء حضرت خواجہ ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

نامِ نامی محی الدین، لقب یحییٰ مدنی اور کنیت ابو یوسف ہے۔ والد ماجد کا اسمِ گرامی شیخ محمود بن حسن تھا جو حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۰/رمضان المبارک بروز پنج شنبہ ۱۰۱۰ھ کو احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں علومِ ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر لیا۔ تکمیلِ علوم کے بعد اپنے دادا حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ فقر وارادت حاصل کیا اور ان کے وصال کے بعد سجادۂ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روحانی اشارے پر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اس لیے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔ نہایت درجہ صاحبِ ریاضت وکرامت تھے۔ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ لیکن سلسلہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی سے جاری ہوا۔ چودہ سال مدینہ طیبہ میں رہنے کے بعد ۹۰ برس کی عمر میں ۲۸/صفر ۱۱۰۱ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبہ مبارک میں دفن ہوئے۔

۱۴۔ حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

والد ماجد کا اسم گرامی نور اللہ بن شیخ احمد تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق کی اولاد سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے اسلاف کا پیشہ معماری تھا۔ تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی اور محل نواب آصف خان لاہور آپ ہی کے بزرگوں کے تعمیری شاہکار ہیں۔

حضرت شاہ صاحب ۲۴ ر جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابوالرضا الہندی (حضرت شاہ ولی اللہ کے تایا) سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

شاہ صاحب کچھ عرصہ حجاز میں مقیم رہے۔ شیخ یحییٰ مدنی نے خرقہ خلافت سے نوازا اور ظاہری و باطنی نعمت سے سرفراز کیا اور حکم دیا کہ دہلی جا کر خلق کی خدمت و ہدایت کا فریضہ انجام دیں۔ شاہ صاحب نے دہلی آکر بازار خانم میں رہائش اختیار کی اور سلسلۂ درس و تدریس شروع کیا۔ بہت جلد ان کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی اور طلباء دور دور سے آکر تحصیل علم کے لئے حاضر ہونے لگے۔

شاہ صاحب کی متعدد تصانیف ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں اب بھی دستیاب ہو جاتی ہیں:۔

(۱) قران القرآن　　(۲) عشرۂ کاملہ　　(۳) سواء السبیل

(۴) کشکول　　(۵) مرقع　　(۶) تسنیم

(۷)الہاماتِ کلیمی (۸)رسالہ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیۃ

(۹)شرح القانون

بعض کتابوں میں ان کی تصنیف ''ردِ روافض'' کا ذکر بھی ملتا ہے جو آج کل دستیاب نہیں۔ مرزا غالب کے ایک خط سے (جو اردوئے معلیٰ حصہ اوّل میں ہے) معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے اور ان کا کلام غدر کے ہنگاموں میں تلف ہوگیا۔

شاہ صاحب نے ۲۴/ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۷۲۹ء کو وصال فرمایا انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا۔

غبارِ خاطرِ عشاق مدّعا طلبی است

بخلوتے کہ مَنم یادِ دوست بے ادبی است

۱۵۔حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۰۶۰ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے واسطہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب حضرت نظام الدین سے نہایت پیار ومحبت فرماتے اور ان کی ظاہری تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ عرصہ تک حضرت نظام الدین، حضرت شاہ صاحب کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر علومِ ظاہری حاصل کرتے رہے۔ ایک روز شاہ صاحب مجلس سے اُٹھے اور فرش کے کنارے تک پہنچے تو حضرت نظام الدین نے بڑھ کر فوراً جُوتے اٹھائے اور

صاف کر کے رکھ دیئے۔ شاہ صاحب کو یہ ادا پسند آئی اور انتہائی محبت سے فرمایا:

نظام الدین! تو ہمارے پاس علومِ ظاہری حاصل کرنے آیا ہے یا فوائدِ باطنی، جو بہر حال زیادہ بہتر اور اچھے ہیں۔

حضرت نظام الدین نے بے ساختہ عرض کیا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تُو دانی حسابِ کم و بیش را

یہ شعر سنتے ہی شاہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت یحییٰ مدنی کی پیش گوئی یاد آ گئی۔ انہوں نے حجاز سے روانگی کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ایک شخص ایسے موقع پر یہ شعر پڑھے گا اور وہ ہماری نسبت کا مالک ہوگا۔ اس سے چشتیہ نظامیہ سلسلے کو بے حد ترقی ہوگی۔ فرمایا۔

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اور اسی وقت بیعت فرمالیا۔ حضرت کی تصنیف نظام القلوب بہت مشہور ہے جس میں اشغال و اذکار کا تفصیلی ذکر ہے۔ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲/ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آباد میں وصال فرمایا۔

۱۶۔ محبّ النبی حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۱۲۶ھ کی بات ہے اورنگ آباد دکن میں حضرت شاہ نظام الدین کے ہاں ایک فرزندِ ارجمند کی ولادت ہوئی۔ حضرت نے فوراً دہلی میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کو اطلاع بھجوائی۔ وہ اس خبر سے بے حد مسرور ہوئے اور جواباً کہلا بھیجا کہ:

نظام الدین تمہارا یہ بیٹا نہایت فرخندہ فال اور خوش اقبال ہے، میں تمہیں اس بچے کے شاندار مستقبل کی بشارت دیتا ہوں وقت آئے گا کہ یہ بچہ شاہجہان آباد (دہلی) میں ہدایت وارشاد کی شمع روشن کرے گا جس سے مخلوق کے سینے منور ہوں گے اور تصوف و طریقت کے میخانے میں پھر سے بہار آجائے گی۔ یہ بچہ دینِ حنیف کے لیے باعثِ فخر وصد افتخار ہوگا۔ تم اس بچے کا نام ''فخر الدین'' رکھو۔

سلسلۂ نسب:

حضرت شاہ فخر الدین والد ماجد کی جانب سے صدیقی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سید۔ ان کی والدہ ماجدہ محترمہ سید بیگم حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں۔ حضرت شاہ فخر الدین کا لقب ''محب النبی'' تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے خواب میں حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اس لقب سے مخاطب فرماتے ہوئے سنا تھا۔

تعلیم وتربیت:

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے اپنے ہونہار صاحبزادہ کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا۔ ان کے پیر ومرشد حضرت شاہ کلیم اللہ بچے کے شاندار مستقبل کی بشارت دے چکے تھے۔ پیر ومرشد ہی

کے ایما پر انہوں نے وقت کے مشہور اور قابل ترین علماء سے ان کی تعلیم کی تکمیل کرائی۔

حضرت شاہ فخر الدین صاحب نے فصوص الحکم، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ کتابیں میاں محمد جان سے پڑھیں اور ہدایہ مولانا عبدالحکیم سے پڑھا۔ شاہ صاحب نے بعض کتابیں اپنے والدِ ماجد سے پڑھیں۔ جن میں شرح وقایہ، مشارق الانوار، نفحات الانس وغیرہ شامل ہیں۔ حدیث کی سند انہوں نے دکن کے مشہور محدث مولانا حافظ اسعد الانصاری المکی سے حاصل کی۔ درسی کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب نے دیگر علوم وفنون سے بھی واقفیت حاصل کی۔ طب اور تیر اندازی کے متعلق کتابیں پڑھیں اور فنونِ سپہ گری میں مہارت حاصل کی۔

بیعت وخلافت:

حضرت شاہ نظام الدین بیٹے کی اصلاح باطن کے لیے خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ بچپن میں ہی انھیں مرید کر لیا تھا۔ جب نظام الدین کا وقتِ آخر آیا تو اپنے داماد قاضی کریم الدین خان کو حکم دیا کہ مولانا فخر الدین کو بلاؤ۔ وہ آئے تو حضرت شاہ نظام الدین نے انہیں اپنے سینے سے لپٹا لیا اور اپنی تمام باطنی نعمتیں ان کے سینے میں منتقل کر دیں۔ اس کے بعد ان کی روحِ پُرفتوح عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف پرواز کر گئی۔ حضرت شاہ فخر الدین کی عمر اس وقت سولہ سال تھی انھوں نے اپنے علوم کی تکمیل ابھی نہیں کی تھی۔ والد ماجد کے وصال کے تین سال بعد تک انہوں نے سلسلۂ تعلیم جاری رکھا

اور علوم کی تکمیل کی۔

دہلی میں ورُودِ مسعود:

آخر ۱۱۶۰ھ میں اپنے دو خادموں قاسم چشتی اور محمد حیات کے ساتھ پاپیادہ دہلی کی طرف چل پڑے۔ دہلی میں ایک بُڑھیا نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ بُڑھیا کے مکان کے قریب ایک بُت خانہ تھا۔ شاہ صاحب کے قیام سے بُت خانہ کی رونق ختم ہوگئی اور ہندو آپ کی عقیدت کا دم بھرنے لگے۔ یہاں سے آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور درگاہ شریف کی مسجد میں معتکف ہو گئے۔ بزرگانِ سلسلہ کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے آپ حضرت شاہ کلیم اللہ کے مزار پر پہنچے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ کے فرزند نہایت محبت اور خلوص سے پیش آئے اور تین روز تک آپ کو مہمان ٹھہرایا۔ اس کے بعد آپ نے کٹڑہ پہلیل میں ایک حویلی کرایہ پر لے لی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت شاہ فخر الدین جیسا باکمال اور صاحبِ عرفان و حال درویش دہلی میں غیر معروف اور گمنام کیسے رہ سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حویلی میں خلقت کا ہجوم بڑھنے لگا اور بیعت و توبہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہاں کٹڑہ پہلیل میں شہبازِ لامکان قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حلقۂ مُریدین میں داخل ہوئے۔

تصانیف:

شاہ صاحب نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) نظام العقائد (اسلام کے بنیادی عقائد پر عالمانہ بحث)
(۲) رسالہ مرجیہ (حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کے ایک بیان کی شرح)
(۳) فخر الحسن (حضرت خواجہ حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بیعت و خلافت کا علمی و تاریخی ثبوت)

سر سید نے ان کتابوں کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کا دیکھنا آپ کی مہارتِ علمی پر دلیلِ قاطع اور برہانِ ساطع ہے۔

وصال:

شاہ صاحب نے ۷۳ سال کی عمر میں ۲۸ / جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا۔ وصال سے ایک دن قبل زبان مبارک پر مثنوی کا یہ شعر تھا۔

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم
چشم بگزارم سراسر جاں شوم

آپ کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کے قریب سپردِ خاک کیا گیا۔

۱۷۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ صاحب مہاروی ۱۴ / رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو چوٹالہ میں پیدا ہوئے۔ یہ جگہ مہار شریف سے چار کوس کے فاصلے پر مشرق کی طرف ہے۔ والد ماجد کا نام ہندال تھا۔ جو کھرل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

سلسلۂ نسب نوشیرواں عادل سے جاملتا ہے۔

ڈیرہ غازی خان میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد خواجہ صاحب لاہور آئے۔ وہاں سے تکمیل تعلیم کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں وہاں نواب غازی الدین خان کے مدرسے کی بڑی شہرت تھی۔ آپ اس مدرسہ میں داخل ہوگئے اور حافظ برخوردار جی سے کافیہ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی آپ قطبی پڑھ رہے تھے کہ حافظ صاحب کو دہلی سے باہر اپنے گھر جانا پڑا جس سے آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کو شاہ فخر کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ شاہ فخر کے دہلی تشریف لانے کے بعد خواجہ صاحب پہلے شخص تھے جنہوں نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ صاحب جب باطنی علوم کی تکمیل کر چکے تو شاہ صاحب نے فرمایا

"اے نور محمد! خلق را باتو کار خواہد بود"۔

یہ سن کر آپ بڑے حیران ہوئے۔ عرض کیا میں ایک کمترین پنجابی ہوں۔ کس طرح اس اعلیٰ مرتبے کے قابل سمجھا گیا۔ چندروز بعد شاہ صاحب نے خلافت عطا فرما کر انہیں مہار شریف قیام کرنے کا حکم دیا۔ رخصت کرتے وقت یہ پانچ وصیتیں فرمائیں۔

(۱) میری وفات کی خبر سن کر واپس دہلی نہ آنا۔

(۲) اس ملک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا۔

(۳) کوئی شخص تمھیں تکلیف پہنچائے تو درگزر کرنا۔

(۴) علماء سادات اور باباصاحب کی اولاد کی تعظیم کرنا۔

(۵) ایک امیر تمہارے دامنِ لطف سے وابستہ ہوگا اس کی نگہداشت کرنا۔

خواجہ صاحب کو اپنے مرشد کریم سے غایت درجہ عشق تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں حضرت شاہ فخر صاحب کا وصال ہوا تو ان پر اس کا بے حد اثر ہوا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد چھ برس زندہ رہے مگر کسی طرح طبیعت کبھی بحال اور خوش نہ رہی۔ مرشد کے وصال کے فوراً بعد ان کو کاست بدنی کی شکایت ہوگئی۔ اسی اثناء میں ان کے عزیز مرید اور خلیفہ حضرت نور محمد صاحب ناروواله نے وصال فرمایا تو یہ صدمہ دو چند ہو گیا۔ آخر ۳رذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔ نواب غازی الدین خان نے تاریخ وفات کہی۔

حیف واویلا جہاں بے نور گشت

۱۲۰۵ھ

۱۸۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۸۳ھ کو گڑگوجی پہاڑ میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچے ہی تھے کہ والد بزرگوار جناب محمد زکریا عبدالوہاب بن عمر خان رحلت فرما گئے۔ ترکہ میں انھیں یتیمی اور غریبی کے سوا کچھ نہ ملا۔ دل میں علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ بے سرو سامانی کے عالم میں پھرتے پھراتے کوٹ مٹھن آ پہنچے۔ وہاں قاضی احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شامل ہوگئے۔ اس کے بعد قبلۂ عالم نور محمد مہاوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔آپ نے انہیں آداب الطالبین، فقرات، عشرۂ کاملہ، لوائح، فصوص الحکم وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔ ریاضت ومجاہدات سے باطنی علوم کی تکمیل کرائی اور خلافت عطا فرما کر تونسہ شریف بھیج دیا۔

آپ اہل سنت و جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور والدین کی خدمت پر بڑا زور دیتے تھے۔آپ فرمایا کرتے کہ دین و دنیا کی کامیابی کا انحصار رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی متابعت کے بغیر ناممکن ہے۔حکومت بھی اس وقت مل سکتی ہے جب زندگی کے ہر شعبہ میں اکمل ترین انسان کامل ﷺ کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اسی وقت ممکن ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباعِ رسول ﷺ کے طے نہیں کی جا سکتیں۔ اعلاء کلمۃ الحق حضرت کی زندگی کا مشن تھا۔اسد خان حاکم سنگھڑ کے بارے میں جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش نہیں آتا تو شاہ صاحب نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا:

"اسد خان! ظلم ترک کر دے۔ تیری حکومت میں اگر ہمیں کوئی فائدہ ہے تو صرف یہ کہ اذان سننے میں آتی ہے۔رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرو، ورنہ میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑے دنوں ہی میں سکھوں کی فوج آنے والی ہے۔"

حضرت نے کم وبیش ستر خلفاء کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ان خلفاء

میں خلیفہ محمد باران صاحب حاجی نجم الدین صاحب حافظ محمد علی خیرآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ کی ترویج واشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت کا وصال ۷/صفر المظفر ۱۲۶۷ھ جمعرات کے دن ہوا۔ تونسہ شریف میں حضرت کا مزارِ اقدس مرجع خلائق ہے۔

سوانح حیات حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم قدس سرہٗ

ولادت اور اسمِ مبارک:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲/ یا ۱۳/صفر المظفر ۱۲۴۱ھ بمطابق ۲۶/دسمبر ۱۸۲۵ء کو تونسہ شریف میں ہوئی۔

آپ کا اسمِ مبارک ''اللہ بخش'' ہے جو کہ صاحبزادہ نور احمد مہاروی بن حضرت قبلہ عالم غریب نواز نے رکھا تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسمِ مبارک صاحبزادہ خواجہ گل محمد تونسوی اور دادا کریم حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ ہیں۔

○ منقول ہے کہ ''کریم'' کا خطاب آپ کو حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔

○ آپ کی ولادت باسعادت کا واقعہ عجیب ہے ایک دفعہ اعلیٰ حضرت تونسوی رضی اللہ عنہ اپنے شیخ کی خدمت میں مہار شریف گئے ہوئے تھے۔ آپ خانقاہ شریف پر تشریف فرما تھا کہ میاں احمد قوال کی نانی آپ کی

خدمت میں آئی اور مبارک باد دی۔ آپ نے فرمایا کہ کون سی مبارک؟ اس نے عرض کیا کہ آپ کا نواسہ پیدا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ:

"اے نادان! دوسروں کی اولاد کی مبارک بھی کوئی مبارک ہے میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ میرے بیٹے کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے"۔

صاحبزادہ خواج محمود صاحب علیہ الرحمۃ وہاں موجود تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میاں صاحبزادے اٹھو! قبلہ عالم غریب نواز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر میری طرف سے عرض کرو کہ:

"میں آپ کا مہمان ہوں اور اتنی دور سے چل کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں ۔ ہر کوئی اپنے مہمانوں کی عزت افزائی کرتا ہے، تعجب ہے کہ آپ اپنے دروازۂ فیض پر مجھے غیروں کی اولاد کی مبارک دلواتے ہیں۔"

○ صاحبزادہ صاحب اُٹھے اور حضرت قبلہ عالم غریب نواز کے مزار مبارک پر جا کر آپ کا یہ پیغام عرض کیا۔ جب واپس اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالم نے کیا فرمایا ہے؟ صاحبزادہ صاحب نے عرض کی غریب نواز مجھے تو اتنی طاقت نہیں کہ قبلہ عالم کا جواب سُن سکوں، البتہ جب میں روضہ مبارک سے باہر نکلا تو ایک شخص نے مجھے دو پھول دیے، آپ صاحبزادہ صاحب سے پھول لے کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

"حق تعالیٰ مجھے حضرت قبلہ عالم غریب نواز کی دعا سے دو

پوتے عطا فرمائے گا۔"

○ جب آپ دوسرے سال عرس مبارک پر چشتیاں شریف تشریف لائے تو تونسہ شریف سے "صاحبزادہ اللہ بخش" کے پیدا ہونے کی خوشخبری آئی یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پوتے کو دیکھنے کے لیے فوراً تونسہ شریف واپس چلے گئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت خواجہ کریم تونسوی نے ابتدائی و اعلیٰ تعلیم اپنے دادا کی سرپرستی میں مولوی محمد امین صاحب مغل تونسوی سے حاصل کی۔ مولوی صاحب مذکور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مرید اور عالم باعمل تھے۔

حضور خواجہ کریم تونسوی نے خاندانی دستور کے مطابق چار سال چند ماہ کی عمر میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ پھر فارسی نظم ونثر اور عربی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد تفسیر وحدیث کی کتابیں بھی مولوی صاحب مذکور سے پڑھیں علاوہ ازیں انشاپردازی اور خوش نویسی میں بھی مہارت حاصل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے سلوک وتصوف اور باطنی علوم کی تعلیم و تربیت اپنے جدِّ امجد سے پائی۔ آخری عمر میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

"اگر میں باطنی علوم اپنے جدِّ امجد سے حاصل نہ کرتا تو مجھ سا وہابی دنیا میں کوئی نہ ہوتا اور اب مجھ سا پیر پرست شاید ہی ملے گا۔"

بیعت وخلافت:

ابتدائی عمر میں آپ نہایت شان وشوکت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اعلیٰ لباس زیب تن فرماتے تھے اچھی اچھی گھوڑیاں سواری کے لیے رکھتے تھے لیکن بیعت کے بعد حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے فقر ودرویشی اور ریاضت و مجاہدے کی زندگی اختیار کی۔ حضور اعلیٰ حضرت پیر پٹھان تونسوی رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے کافی عرصہ قبل آپ کو اپنی دلائل الخیرات شریف عطا کی اور فرمایا کہ

''اب مجھ سے نہیں پڑھی جاتی میری جانب سے تُو پڑھا کر۔''

نیز یہ بھی حکم دیا کہ...... ''مریدوں کے لیے شجروں پر میری طرف سے تم ہی دستخط کردیا کرو۔''

حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے اس حکم کی اس طرح تعمیل کی کہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی شجروں پر دادا حضور کا اسمِ مبارک لکھتے تھے اور ان کے وصال کے بعد بھی اپنے پیر ومرشد خواجہ تونسوی کا اسمِ گرامی لکھتے رہے۔

ہندوستان کا سفر:

اعلیٰ حضرت خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ کے سجادہ پر بیٹھنے کے بعد حضور ثانی کریم تونسوی نے ہندوستان کا سفر کیا اور مشائخ سلسلہ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ بیکانیر کی ایک مسجد میں تین چار دن تک قیام کیا اور

کثیر تعداد میں لوگوں کو داخل سلسلہ کیا نئے مریدوں کو ہدایت کی کہ نماز، روزے کی پابندی کریں۔ راجہ سردار سنگھ والیٔ بیکانیر نے حاضر خدمت ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا:

''مافقیریم از ملاقات مایاں ترا چہ سوداست دریں جانیائی''

یعنی: ہم فقیر ہیں ہماری ملاقات سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہے یہاں نہ آؤ۔

جب حضرت ثانی کریم تونسوی دہلی پہنچے تو بہادر شاہ ظفر نے خدمت میں حاضر ہونا چاہا آپ اس وقت حضرت چراغ دہلوی کی درگاہ میں مقیم تھے بہادر شاہ ملاقات کے لیے آیا تو آپ دوسرے دروازے سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے بہت منت سماجت کے بعد واپس آئے۔ بہادر شاہ نے شرف قدم بوسی حاصل کی۔ دوسرے روز حضرت ثانی کریم شاہ جہاں آباد تشریف لے گئے وہاں امراء اور درباریوں کی کثیر تعداد نے اظہار عقیدت کیا۔ محلات کی بیگمات بھی مرید ہوئیں اور بہادر شاہ ظفر نے نذر پیش کی۔

زندے کا جنازہ:

منقول ہے جب حضرت ثانی کریم تونسوی اور حضرت خواجہ امام بخش صاحب مہاروی دونوں بزرگ ہندوستان تشریف لے گئے۔ دہلی اور پھر اجمیر شریف گئے تو دہلی اسٹیشن پر پہنچے تو عقیدت مندوں کا کافی ہجوم تھا جو زیارت واستقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے تمام لوگوں سے ہاتھ ملایا مگر ان لوگوں میں ایک فرقہ کے دو مولوی بھی تھے، ان مولویوں نے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو حضرت ثانی کریم نے اپنا ہاتھ

پیچھے ہٹالیا۔ لوگ حیران ہوگئے کیونکہ کچھ لوگوں کی نظر میں وہ دونوں مولوی بہت بڑے عالم تھے۔

انہوں نے عرض کیا کہ حضور والا! آپ نے تمام لوگوں سے ہاتھ ملایا اور مصافحہ کیا ہے اور ہم دونوں سے کیا دشمنی ہے کیا اعتراض ہے ہاتھ کیوں نہیں ملایا؟ حضرت ثانی کریم نے فرمایا کہ:

"تم دونوں مولویوں سے ہمیں گستاخی رسول اللہ ﷺ کی بُو آ رہی ہے ہم نے آج تک کسی گستاخِ رسول ﷺ سے کبھی بھی ہاتھ نہیں ملایا"۔

ان مولویوں نے کافی اصرار کیا کہ مصافحہ کرلو آپ نے فرمایا:

جب تک توبہ نہیں کرو گے اس وقت تک ہاتھ نہیں ملاؤں گا۔"

چنانچہ ان مولویوں نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے آپس میں مشورہ کیا کہ اپنے ایک ساتھی کو چارپائی پر لٹا کر جنازے کی شکل میں ان کے پاس لے جاتے ہیں اور ان سے کہیں گے کہ اس کا جنازہ پڑھ دو۔ جب وہ جنازہ پڑھنے لگیں گے تو ہمارا ساتھی چارپائی پر اُٹھ بیٹھے گا پھر لوگوں سے کہیں گے کہ دیکھو یہ سینوں کے پیر کامل بنے پھرتے ہیں ان کو یہ پتا نہیں کہ یہ زندہ ہے یا مردہ اس طرح ہم کامیاب ہو جائیں گے اور اپنی بے عزتی کا بدلہ لے سکیں گے۔

چنانچہ ان مولوی نے ایسا ہی کیا۔ جب چارپائی آپ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے ایک نظر جنازہ پر ڈالی پھر ارشاد فرمایا کہ کیا اس کا جنازہ

پڑھنا ہے؟

انھوں نے کہا، ہاں آپ نے تین مرتبہ پوچھا، انہوں نے یہی جواب دیا۔ آپ نے نماز شروع فرمائی لیکن چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔ وہ لوگ اسی انتظار میں تھے کہ ہمارا ساتھی ابھی چار پائی سے اٹھتا ہے مگر اٹھتا کون، جا کر دیکھا تو وہ مردہ پڑا ہوا تھا۔ حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے پانچویں تکبیر جنازے میں اس لیے پڑھی تھی کہ اگر قیامت تک بھی اس کو اٹھاتے رہو تو نہیں اٹھے گا۔ (یہ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی تھے)۔

تعمیرات:

حضور غریب نواز ثانی کریم کو مکانات کی تعمیر کا بہت شوق تھا یہ تعمیرات اپنی ذات کے لیے نہیں تھیں بلکہ زائرین اور عام مخلوق کے آرام اور سہولت کے لیے تھیں اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ علاقے کے ہنر مندوں اور مزدور طبقہ کو رزق حلال کے حصول میں آسانی ہو۔ چنانچہ خانقاہ عالیہ سلیمانیہ کی تمام تر عمارات آپ کی تعمیر کردہ ہیں۔ روضہ مبارک، جامع مسجد، حوض، گھنٹہ گھر، مہمان خانے، سرائیں (جو اب موجود نہیں ہیں ان کی جگہ مارکیٹیں بنی ہوئی ہیں) لنگر خانے، شیش محل وغیرہ یہ سب آپ کے ہی تعمیر کردہ ہیں۔ جامع مسجد کے دروازے کے قریب رہٹ والا کنواں بھی آپ نے تعمیر کروایا تھا، جس سے تمام گھروں اور مہمان خانوں کو پانی جاتا تھا بلکہ شہر کے لوگ بھی اسی کنوئیں سے میٹھا پانی بھر بھر کر لے جاتے تھے۔ مسجد

شریف کے جنوبی کونے پر ایک گھنٹہ گھر تعمیر کروایا جس میں ہر پندرہ منٹ پر ایک گھنٹی بجتی تھی اور پھر پورے گھنٹہ کے بعد بڑی گونج دار آواز آتی تھی جو دور دور تک سنائی دیتی تھی (اب یہ گھنٹہ گھر بے توجہی کا شکار ہو کر بند پڑا ہوا ہے)۔

روضہ مبارک کی عمارت بھی قابلِ دید ہے گنبد سنگِ مرمر کا ہے اور روضہ مبارک کے اندر مزار مبارک کے اوپر بارہ دری بھی سنگِ مرمر کی ہے جس پر خوبصورت سنہری نقاشی ہے۔ روضہ شریف کے اندر فرش بھی بیش قیمت سنگِ مرمر کا ہے۔

تونسہ شریف کی تعمیرات کے سلسلے میں مسٹر ایچ ایف فاربس ڈسٹرکٹ جج ملتان نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ:

> ''حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش میں انتظام و تعمیر کے کام کی بڑی لیاقت تھی۔ انھوں نے لنگر خانے، سرائے و مکانات وغیرہ بنائے۔ جب ان کے دادا کے پرانے خلفاء کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچے مکانات کو گرا دیا اور فراخ آستانے درگاہ و مسجدیں بنوائیں اور ان کے ارد گرد پختہ اینٹوں کے مدرسے اور درویشوں اور مولویوں کی رہائش کے مکانات بنوائے۔''

حلیہ مبارک:

حضور غریب نواز حضرت ثانی کریم تونسوی کا چہرۂ مبارک فراخ، پیشانی کشادہ، آنکھیں بڑی بڑی مگر خوبصورت، بینی دراز، داڑھی مبارک

گھنی قد درمیانہ اور جسم بھاری بھرکم۔ سر پر قادری ٹوپی پہنتے تھے۔ ایک لمبا کرتا جسم کو ڈھانپے رہتا موسم گرما میں اکثر نیلا تہبند باندھتے تھے۔ سردیوں میں سر مبارک پر روئی دار ٹوپی پہن لیتے اور روئی دار قبا بھی استعمال کر لیتے تھے۔

معمولات:

حضور غریب نواز حضرت ثانی کریم تونسوی اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔ سفر وحضر، تندرستی و بیماری اور خوشی وغم میں معمولات میں ناغہ یا فرق نہیں پڑتا تھا۔ شب بھر نوافل وعبادات میں مشغول رہتے اس کے بعد فجر کی سنتیں بنگلہ شریف میں پڑھتے پھر کچھ دیر توقف کرنے کے بعد مسجد شریف میں تشریف لے جاتے اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد روضہ مبارک میں زیارت کے لیے حاضر ہوتے کچھ دیر فاتحہ ودعا میں مشغول رہتے۔ اس دوران صاحبزادگان، معتقدین اور دیگر زائرین روضہ مبارک کے باہر صف بستہ کھڑے رہتے۔ جب آپ زیارت سے فارغ ہوکر باہر تشریف لاتے تو یہ سب حضرات زیارت سے مشرف ہوتے۔

اس کے بعد آپ بنگلہ شریف میں داخل ہو جاتے اور اپنے اوراد و وظائف اور نوافل وعبادات میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں سے فراغت کے بعد آپ تعمیراتِ نو ملاحظہ فرماتے۔ بعدہٗ دولت سرائے میں تشریف لے جاتے اور مہمانوں کو کھانا تقسیم فرماتے۔ جب سب کو کھانا مل جاتا تو خود اپنے صاحبزادگان کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے، دوپہر کو قیلولہ فرماتے پھر نماز ظہر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر روضہ

مبارک کی زیارت کرتے ہوئے اپنے بنگلہ شریف میں تشریف لے جاتے اور اپنے جد امجد پیر و مرشد کے معمول کے مطابق تلاوتِ کلام پاک کرتے۔

بعدہٗ اہلِ مجلس سے مختلف امور و مسائل پر تبادلۂ خیال فرماتے یہ مجلس عام طور پر نماز عصر تک قائم رہتی۔ اس مجلس میں علماء، فقراء، درویش، کسان و مزدور، اور اعلیٰ و ادنیٰ سب موجود ہوتے ان سب سے دوران گفتگو ایسے ایسے علمی نکات بیان فرماتے کہ علماء و فضلاء دنگ رہ جاتے۔ نماز عشاء کے بعد روضہ مبارک میں جا کر ختم شریف پڑھتے اور نوافل و دعا میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اندر تشریف لے جاتے۔ آپ کا یہ معمول بھی تھا کہ بدھ کے دن سفر نہیں کرتے تھے۔ الغرض آپ اپنے معمولات میں اعلیٰ حضرت حضور پیر پٹھان تونسوی کا مکمل نمونہ تھے۔

حضرت ثانی کریم کا مقام و مرتبہ:

ایک مرتبہ مولانا حاجی عبد الستار خان افغانی (جامع الملفوظات القول السدید) نے حضرت خواجہ حافظ غلام سدید ین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشائخ چشت اہلِ بہشت کے روحانی مقامات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت خواجہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ:

> ''حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی، حضرت قبلۂ عالم غریب نواز حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ محبوبیت ہے۔''

آپ نے مزید فرمایا کہ:

''خواجہ غریب نواز اجمیری کا مقام بے مثل ہے اوران کے درجات میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ حضرت ثانی کریم تونسوی اور مرشدی خواجہ محمد حامد تونسوی کا مقام'' قطبیت'' ہےاور حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحب تونسوی نے مقام ''فردانیت'' میں وصال فرمایا۔''

شمائل حضور غریب نواز قدس سرہ:

بدان آوائک اللّٰہ تحت ظلّ حضور غریب نواز قدس سرہ' وایّانا .

حضور غریب نواز قدس سرہ' بہت سخت پیر پرست تھے۔اپنے پیرو مرشد (حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اٹھتے بیٹھتے اورسوتے وقت آپ کی زبان مبارک پر ''یاخواجہ'' ہوتا۔

○ جب کوئی شخص آپ سے دعا کے لیے عرض کرتا تو آپ اس طرح دعا فرماتے:

''یا اللہ! یا حضرت! ایں قدیمی غلام است وایں را فلاں حاجت است، حاجت وے برآرید، غریب نواز ایں را از شرِّ دشمناں نگہدارید''

یعنی: اے اللہ! اے حضرت صاحب (یعنی اپنے پیرومرشد) رضی اللہ عنہ

یہ قدیمی غلام ہے، اس کی فلاں حاجت (کام) ہے اس کا وہ کام پورا فرما اور اس کو دشمنوں کے شر سے بھی محفوظ فرما۔ الغرض جب بھی اپنے پیرومرشد کا نام مبارک لیتے اس ادب واحترام سے لیتے گویا کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی لے رہے ہوں۔

○ حضور غریب نواز متقدمین اور متاخرین بزرگوں میں سے کسی کو اپنے پیرومرشد جیسا نہیں سمجھتے تھے۔ بسا اوقات آپ یہاں تک فرماتے تھے کہ میں نے دنیا میں دو بزرگ دیکھے ہیں اور کبھی فرماتے میں نے ماسوا ڈھائی بزرگوں کے کچھ نہیں دیکھا۔

○ الغرض جب آپ فرماتے میں نے صرف دو بزرگ دیکھے ہیں اس وقت ایک اپنے پیر ومرشد مراد ہوتے اور جب دو ونیم (ڈھائی) بزرگ فرماتے تو اس وقت ایک بزرگ اپنے پیر کا ارادہ فرماتے اور یک ونیم (ڈیڑھ) بزرگ سے مراد اپنے پیرومرشد کے تین خلفاء ہوتے۔

حضرت ثانی کریم کا خواب:

ایک دن آپ نے فرمایا میں نے کبھی کوئی خواب نہیں دیکھا لیکن آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ خواب یہ ہے کہ میرے بیٹے محمود (حضرت خواجہ محمود عالم صاحب) نے مجھے کہا کہ بابو آپ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بزرگ نہیں ہے لہٰذا آپ تو وہابی (دیو بندی) ہو گئے ہو۔ میں نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ:

”میں نے یہ نہیں کہا کہ دنیا میں کوئی بزرگ نہیں ہے بلکہ

میں نے یہ کہا ہے کہ میں نے کسی بزرگ کو نہیں دیکھا۔
بعدہ' میں نے اسے یہ کہا ہے کہ میں نے دو بزرگ دیکھے
ہیں، ایک حضرت صاحب (پیر پٹھان) رضی اللہ عنہ اور
دوسرا آپ کا خلیفہ صاحب۔''

مگر اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے یہ کہے کہ قرآن مجید اٹھا کر (حلفاً) کہو کہ خلیفہ صاحب بزرگ ہیں۔ میں ایک بار بھی قرآن مجید حلفاً نہیں اُٹھاؤں گا کہ شاید خلیفہ صاحب بزرگ نہ ہو، اگر چہ میرے وہم وگمان میں خلیفہ صاحب بزرگ ہیں اور اگر حضرت صاحب (پیر ومرشد) رضی اللہ عنہ کے لیے چالیس قرآن مجید اٹھوائیں تو میں چالیس مرتبہ چالیس قرآن مجید اٹھا کر حلفاً کہوں گا کہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ بزرگ ہیں۔

O ایک دن حضور غریب نواز کتاب شجرۃ الانوار سن رہے تھے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کے ذکر میں حضرت رکن الدین ابوالفتح المشہور شاہ رکنِ عالم صاحب ملتانی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو اسی دوران منشی عبداللہ نے عرض کیا کہ کیا شاہ رکنِ عالم صاحب کوئی بڑے بزرگ تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ صاحبزادہ تھا۔ بعدہ' آپ نے فرمایا کہ اگر بزرگ ہوگا تو ایسا بزرگ نہیں ہوگا جیسے ہمارے مشائخ عظام چشتیہ ہیں۔

O کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے حضرت شاہ رکنِ عالم صاحب ملتانی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ کلمات اس لیے کہے ہیں کہ حضور غریب نواز کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں کمالِ قرب اور بلندیٔ

درجات اس قدر ہے کہ اکثر بزرگ آپ کے سامنے طفلِ مکتب بھی نظر نہیں آتے ورنہ حضرت شاہ رکنِ عالم صاحب ملتانی رضی اللہ عنہ متفق علیہ بزرگ تھے۔ حضور غریب نواز بسا اوقات اپنے مشائخ عظام سے کمال محبت کی وجہ سے یہ کلمات ارشاد فرماتے کہ:

"اَساڈا معر که کوئی خدا دیاں شاناں هِن"

○ ایک دن حضور غریب نواز کتاب شجرۃ الانوار سن رہے تھے کہ اس میں ذکر آیا کہ حضرت شاہ رکنِ عالم صاحب جب دہلی تشریف لے گئے تو ان کے مریدین یہ کہتے تھے حضرت شاہ رکنِ عالم صاحب دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو فیض دینے گئے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے غلام یہ فرماتے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ سے فیض لینے آئے ہیں۔

دریں اثناء منشی عبداللہ نے بطریق سوال آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فی الحقیقت شاہ رکنِ عالم صاحب دہلی کیوں گئے تھے؟ آپ نے جواب میں یہ لطیفہ ارشاد فرمایا کہ:

لطیفہ:

نہ فیض ڈیون گے ہن نہ فیض گھنن گئے ہن۔ ہک بادشاہ
مرید ہانے اوندے بوھے تین پنن گئے ہن۔

یعنی: نہ فیض دینے گئے تھے اور نہ ہی فیض لینے گئے تھے بلکہ وہاں ان کا ایک بادشاہ مرید تھا، اس کے دروازے پر بھیک مانگنے گئے تھے۔

○ حضور غریب نواز قدس سرہٗ کو مسجد شریف سے والہانہ محبت تھی۔ اگر چہ آپ کے پاؤں اور گھٹنوں میں ہمیشہ دردِ نقرس رہتا تھا اور یہ درد آپ کو موروثی تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت ثانی کریم تک تمام مشائخ عظام کو یہ درد رہا ہے۔ کبھی کبھی یہ درد آپ کو شدید ہو جاتا تھا۔ شدتِ درد کے باوجود آپ مسجد شریف کی پاس داری کرتے تھے۔ نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے تھے۔

○ حضور غریب نواز کو علم دین اور تدریس علم دین سے بہت محبت تھی معلّمین اور متعلّمین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ مولوی خدا بخش جراح کو اس لیے دوست رکھتے تھے کہ وہ عالمِ دین ہے اور آپ کی اولاد کو تعلیم دی ہے۔ اس کے ضُعف اعتقاد کے باوجود اپنی چھوٹی اولاد کے لیے مولوی صاحب کو وصیت فرمائی تھی۔ مولوی غلام محی الدین صاحب کو توکل کی بنیاد پر دوست رکھتے تھے۔ آپ علم دین کا سبق پڑھانے والے ہر معلم کو دوست رکھتے تھے۔

○ حضور غریب نواز قدس سرہٗ ہر اسکول و کالج کو مطلقاً دشمن جانتے تھے۔ چاہے وہ انگریزی اسکول ہوتے چاہے مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ہوتے کیونکہ وہ **بدعات** سیّئہ ہیں اور ان کی عادات و خصائل کو بھی دشمن جانتے تھے۔ مثلاً ان کا داڑھی منڈوانا اور مونچھیں بڑھانا، گھوڑے کی دُم کاٹنا اور لباس میں پتلون وغیرہ کا استعمال کرنا یعنی ہر وہ شخص جس نے انگریزی لباس پہنا ہوتا یا اس میں انگریزوں کی خصلتیں ہوتیں آپ کو اچھے نہیں لگتے تھے۔ اسی طرح مُدّعی اور گدا صفت صاحبزادگان کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

عاجزی وانکساری کرنے والوں سے محبت کرتے تھے۔

O حضور غریب نواز قدس سرہٗ بہت ہی وفادار تھے، اگر آپ کا کوئی مرید مرتد ہو جاتا یا آستانہ عالیہ سلیمانیہ سے کوئی فقیر بغیر اجازت کے بھاگ جاتا تو از راہِ وفاداری و شفقت جان کنی کے وقت اسے ایمان کی دولت سے بہرہ مند فرماتے۔ یہ غیرت اور وفاداری مشائخ چشت کی موروثی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت ثانی کریم تونسوی اور آپ کی اولاد امجاد تک ہمارے تمام مشائخ عظام چشتیہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں یہ صفت موجود ہے اور رہے گی۔

O یہ تمام حضرات متخلق باخلاق اللہ تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کو کوئی شریک پسند نہیں ہے اسی طرح ہمارے مشائخ عظام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی کسی کی شراکت پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ عظام کو دیکھ لیں کسی نے اپنے پیر و مرشد کے بغیر کسی سے کوئی فیض حاصل نہیں کیا۔ لیکن دوسرے سلسلے والوں نے اپنے پیر و مرشد کے علاوہ بھی بہت سے بزرگوں سے فیض لیا ہے اور سلسلہ چشتیہ کے متوسلین میں سے اگر کسی نے حصول فیض کے لیے کسی دوسری طرف توجہ کی تو فوراً چشتی فیض سلب کیا گیا اور وہ خائب و خاسر ہو گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت مولانا فخر الحق والدین کے خلیفہ شاہ نیاز احمد اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کا مرید عمر خان ماکلی کے قصے مشہور ہیں یہ ہے غیرت ربانی۔

O حضور غریب نواز کسی کے معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے۔ اکثر و بیشتر مکانات و محلات کی تعمیر میں مشغول رہتے اور آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے

فقراء کو بھی اسی کام میں مصروف رکھتے تھے۔

- آپ سفید پوش لوگوں کی عزت و تکریم کرتے تھے تا کہ ان کا دل پھر نہ جائے۔
- ہندوستانیوں کو ان کے اعتقاد میں کمزوری کے سبب دوست نہیں رکھتے تھے لیکن جب وہ آجاتے تو ان کی دل جوئی فرماتے۔
- آپ خراسان اور اہلِ خراسان کو دوست رکھتے اور لنگر شریف میں کام کرنے والوں سے پیار کرتے، سرکاری ملازمین کو ناپسند کرتے اور ان کے آنے کو مصیبت سمجھتے تھے۔ ملک ریاست اور ریاستیوں (یعنی ریاست بہاولپور) کو پسند نہیں فرماتے تھے۔
- اپنے پیر و مرشد کے تمام معتقدین اور اپنے تمام پیر بھائیوں کو دوست رکھتے حتیٰ کہ بسا اوقات جن شہروں میں پیر بھائی رہتے ان شہروں کو شمار کرتے۔

حضور غریب نواز قدس سرہٗ بے نمازیوں، بدعتیوں یعنی روافض اور غیر مقلدین اور اہل سنت و جماعت کے دوسرے مخالفین کو بھی دشمن رکھتے تھے۔

- حضور غریب نواز جمیع اولیاء اللہ سے محبت کرتے تھے خصوصاً اپنے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ عظام اور ان کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ عظام رحمہ اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔
- حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے سلسلۂ بیعت کو عام فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ بوڑھے بچے، حاضر و غائبین کی بیعت بذریعہ خط قبول فرمالیتے تھے۔ یا غائبین کی بیعت کے لیے آپ کپڑا دم کر کے بھیجتے تھے جب کسی کو بیعت

فرماتے تو ایک تسبیح درود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

ایک تسبیح: "یَا کَرِیْمُ" اور کبھی کبھی یَا کَرِیْمُ کی بجائے یَا سَتَّارُ اور یَا وَھَّابُ، کا ورد پڑھنے کو بتاتے۔ اگر کوئی شخص کسی ورد (وظیفہ) پڑھنے کی اجازت لیتا تو آپ اسے اجازت عطا فرماتے لیکن اس ورد و وظیفے کا اثر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔

○ حضور غریب نواز قدس سرہٗ اپنے غلاموں (مریدین) کو دنیا میں دنیاوی مقاصد کے حصول میں محروم رکھتے لیکن بوقت انتقال جمیع مطالب و مقاصد یعنی ایمان کی دولت سے مالا مال فرما کر روانہ کرتے تھے۔

چنانچہ آپ کے غلاموں میں سے ہر طالب حق دنیا میں تو اپنی محرومی پر فریاد کرتا رہا لیکن جب اس دنیا سے کوچ کا وقت آیا تو آپ اس کے حق میں فرماتے تھے اس جیسا کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور غریب نواز بوقت نزع اسے ایسے درجہ پر پہنچاتے کہ اس کے حق میں ایسے کلمات ارشاد فرماتے۔ چنانچہ مولوی احمد خان جو ایک سچا طالب حق تھا اور ہمیشہ اپنی محرومی پر روتا رہتا تھا لیکن جب فوت ہوا تو بندہ راقم الحروف نے خود اپنے کانوں سے حضور غریب نواز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آپ نے اس کے حق میں فرمایا تھا دنیا میں اس جیسا کوئی شخص نہیں تھا۔ اور اس کی بیگم صاحبہ بھی ایک سچی طالب حق تھی، جب تک زندہ رہی نامرادی کے سبب فریاد کرتی رہی۔ جب وفات پائی تو حضور غریب نواز نے مذکورہ

کلمات ارشاد فرمائے۔ یہ بیت بھی اسی کے حق میں پڑھا۔ بیت:

ندا ند کس مردی در کفن رفت

بریں مردانگی کیں شیر زن رفت

○ منقول ہے کہ جب بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا اور اس کی وفات کی خبر تونسہ شریف پہنچی تو حضور غریب نواز اپنے گھر جا کر اس کی وفات کی خبر بتائی کہ ہماری بیگم صاحبہ انتقال کر گئی ہے۔ پس مائی رحمت صاحبہ نے عرض کی کہ حضرت صاحب! بیگم صاحبہ کیا تھی؟ آپ ہر وقت بیگم صاحبہ، بیگم صاحبہ کرتے ہو۔ وہ بیچاری جب بھی یہاں آتی ہمیشہ فریاد کرتی رہتی تھی کہ ''مجھے خدا ملا'' آپ نے اسے منزل مقصود تک نہیں پہنچایا اور اپنی مراد سے محروم رہی۔

○ حضور غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ: ''رحمت!'' قیامت کے دن جب لوگ میدان حشر میں آئیں گے اور ہماری بیگم صاحبہ بھی آئے گی اس وقت لوگ ہماری بیگم صاحبہ کو دیکھیں گے کہ کس شان وشوکت سے آئے گی۔

○ حضور غریب نواز ہمیشہ اپنے راز چھپانے کی کوشش کرتے تھے، اگرچہ دوسرے بزرگوں نے یہ راز پوشیدہ رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین محمد صاحب رضی اللہ عنہ اسی راز کو چھپانے کے لیے مسند نشینی سے کنارہ کش رہے لیکن ان کا یہ راز پوشیدہ نہ رہ سکا، جبکہ حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے مسند سجادگی پر بیٹھ کر اس راز کو پوشیدہ (خفیہ) رکھا اور وہ امر خارق (کرامت) جو حضور غریب نواز سے ظاہر ہوتی تو آپ اس کرامت کو حضرت صاحب (پیر پٹھان) رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب فرماتے اور ہر شخص کو

یقین ہو جاتا کہ یہ کرامت حضرت پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی ہے۔

O حضور غریب نواز قدس سرہٗ حوصلہ اور بردباری میں امام الاوّلین و الآخرین تھے۔ عقل ظاہری اور جہانداری میں بھی بے مثل تھے۔ چنانچہ میاں روشن فقیر کہتا تھا کہ حضور غریب نواز کی عقل مبارک اور دوسرے بزرگوں کی ولایت برابر تھی اور دوسرے بزرگ حضور غریب نواز کی ولایت سے بے خبر تھے۔

O حضور غریب نواز بادشاہوں، حکام وقت اور دوسرے دنیا داروں سے ملاقات کو ناپسند فرماتے تھے۔ حتی الامکان ان کی ملاقات سے پرہیز کرتے تھے مگر بامر مجبوری مصلحتاً تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ بہاول خان مہاروی حضرات سے تنگ آ گیا تھا اور کہا کہ اگر تم (جب تک) حضور غریب نواز کو بہاول پور نہیں لاؤ گے تو میں تمہاری مباعات پر قبضہ کرلوں گا۔ حضور غریب نواز بامر مجبوری اس مصلحت کے تحت بہاول پور تشریف لے گئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اوقاتِ نماز:

حضور غریب نواز قدس سرہٗ نماز فجر کو بہت تاخیر سے ادا فرماتے تھے چنانچہ نماز سے قبل لوگوں کو طلوع آفتاب کا خوف ہوتا تھا۔

O موسم سرما میں نماز ظہر تین بجے کے بعد پڑھتے موسمِ بہار میں نماز ظہر ساڑھے تین بجے اور موسمِ گرما میں نماز ظہر چار بجے پڑھتے تھے۔

O آپ نماز عصر اس وقت پڑھتے جب لوگوں کو غروب آفتاب کا

خوف ہونے لگتا۔

O نماز مغرب پہلی شفق (سُرخی) غیب ہونے کے بعد ادا فرماتے یا اس وقت ادا فرماتے جب وہ سرخی غروب ہونے کے قریب ہوتی اور کبھی کبھی نماز مغرب کے فرض میں اتنا تاخیر ہو جاتی کہ ہم چاند کی روشنی میں اپنا سایہ دیکھتے۔ شام کے وقت میں علماء کوشش کرتے کہ بدل دیا جائے لیکن حضور غریب نواز تبدیل نہیں فرماتے تھے۔ اگر کبھی آپ ان کے کہنے پر نماز مغرب کا وقت قدرے مقدم فرما لیتے لیکن کچھ دن بعد پھر اپنے پہلے وقت پر لے آتے۔

O ایک دن حضور غریب نواز نماز مغرب سے پہلے مسجد شریف میں ختم خواجگان پڑھنے میں مصروف تھے کہ میاں غلام قادر نے عرض کی کہ غریب نواز مغرب کا وقت تنگ (ختم) ہو رہا ہے۔ آپ نے غصے ہو کر فرمایا کہ:

"ھُن پیشین ویلھے چا پڑھاں یعنی نماز شام"

یعنی: کیا نماز مغرب کو ظہر کے وقت میں پڑھ لوں۔ پھر میاں صاحب خاموش ہو گئے۔

O ایک دن آپ غریب نواز اشراق کے بعد گرم وردگاہ میں کتاب شجرہ الانوار سماعت فرما رہے تھے اور میاں غلام قادر والد احمد وملاّ حاضر خدمت تھا۔ آپ نے نماز کے وقت کے متعلق بات چلائی اور بطور شہادت ایک حکایت بیان فرمائی۔

حکایت:

آپ نے فرمایا حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نماز مغرب کو تاخیر سے

پڑھتے تھے چینی والی مسجد کی جگہ ایک مسجد تھی جسے ''مسجد گل دامانی'' کہتے تھے۔ اس مسجد میں معرکہ کاتبین بیٹھتے تھے وہ تمام نمازیں اوّل وقت میں پڑھتے تھے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کا نام چوڑ گھوڑی رکھا تھا۔ القصہ جب وہ نماز مغرب پڑھ کر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے تو ابھی تک حضرت صاحب اپنے بنگلہ شریف میں موجود ہوتے تھے اور کبھی نماز مغرب کے لیے تازہ وضو کر کے بیٹھے ہوتے اور کبھی ان کے آنے کے بعد وضو کی تیاری کرتے۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر بطریق سوال ارشاد فرماتے کہ ''چوڑ گھوڑی نماز پڑھ کر آ گئے ہو؟'' پس وہ عرض کرتے کہ جی ہاں غریب نواز یعنی وہ اقرار کرتے انکار نہیں کرتے تھے۔ قبلہ والد صاحب (حضرت خواجہ گل محمد صاحب) بھی نماز عشاء ان کے ساتھ ادا فرماتے اور عثمان کانجو وہاں امامت کراتا تھا۔ الغرض حضرت صاحب رضی اللہ عنہ اس کے بعد نماز مغرب کی تیاری فرماتے تھے۔ حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے یہ حکایت بیان فرما کر میاں غلام قادر کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ''میاں غلام قادر یہ بات کس طرح ہے؟ صحیح ہے یا میں جھوٹ کہتا ہوں۔ میاں مذکور شرمندہ ہو کر عرض کرتا غریب نواز آپ نے صحیح فرمایا ہے ایسا ہی ہے۔

بعد ازاں حضور غریب نواز قدس سرہٗ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قوم خراز سے محمود نام کا ایک مولوی تھا۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا تھا کہ جب معرکہ نماز مغرب کے لیے جلدی کریں تو ان سے کہنا کہ

ابھی نمازِ مغرب کا وقت نہیں ہوا۔ القصہ جب معرکہ نمازِ مغرب کی اذان کے لیے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگتے تو حضرت صاحب فرماتے مولوی محمود سے پوچھو۔ پس مولوی محمود کہتا ابھی اذان کا وقت نہیں ہوا۔

اسی دوران حضور غریب نواز نے کسی دوسرے مولوی کا نام لے کر فرمایا کہ وہ کہتا تھا اس خراز خبیث کو وقت کی کیا خبر لیکن حضرت صاحب فرماتے مولوی محمود نمازِ مغرب کے وقت کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ الغرض مولوی محمود بھی کہتا ابھی اذان کا وقت نہیں ہوا اور جب دیکھا کہ حضرت صاحب کی مرضی ہے تو پھر کہتا ہاں اذان کا وقت ہو گیا ہے۔

حضور غریب نواز قدس سرہٗ سردیوں میں نمازِ عشاء دس بجے سے گیارہ بجے تک پڑھتے اور موسمِ گرما میں نمازِ عشاء گیارہ سے بارہ بجے تک ادا فرماتے تھے۔ حضور غریب نواز اپنے آخری ایام میں نمازِ عشاء بارہ بجے سے ایک بجے تک پڑھتے تھے۔

<u>وضو:</u>

O حضور غریب نواز اپنے ابتدائی حال میں نمازِ تہجد کے وضو کے علاوہ باقی رات دن میں تین بار وضو فرماتے تھے۔

(۱) نمازِ فجر کے لیے وضو (۲) نمازِ ظہر کے وقت وضو

(۳) اور نمازِ عشاء کا وضو

آخری ایام میں دن رات میں پانچ مرتبہ وضو فرماتے تھے۔

(۱) نمازِ فجر کا وضو (۲) نمازِ ظہر کا وضو

(۳)ایک وضونماز عصر و مغرب کے لئے

(۴)نماز عشاء کا وضو

(۵)اور ایک وضو نماز تہجد کے لئے

O بہار فقیر حضرت خواجہ محمود عالم صاحب سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں تین دن سے حضور غریب نواز پر ناراض تھا لیکن میں آپ کی شبِ وصال میں آپ سے راضی ہوا کیونکہ آپ نے مجھ پر بہت مہربانی و شفقت فرمائی اور آخری وقت میری گردن پر آہستہ سے تھپکی ماری اور فرمایا کہ ''محمودا جان تو گرم چرا است؟'' یعنی اے محمود تجھے غصہ کیوں ہے؟ کسی دوسرے آدمی نے سنا کہ حضرت خواجہ محمود عالم صاحب نے عرض کیا کہ ''این گردن تا قیامت گرم نگردد'' یعنی اس گردن کو قیامت تک غصہ نہیں آئے گا کیونکہ حضور غریب نواز نے اپنے دستِ مبارک سے تھپکایا ہے۔

O ایک دن بندہ راقم الحروف بنگلہ شریف کے باہر بیٹھا ہوا تھا کہ اندر سے رونے کی آواز آئی بنگلہ کے باہر موجود حضرات نے سمجھا کہ حضور غریب نواز کا وصال ہوگیا ہے ایک آدمی اندر سے باہر آیا تو ہم نے اس گریہ کی وجہ معلوم کی تو اس نے بتایا کہ حضور غریب نواز نے معرکہ سے فرمایا مجھے اٹھاؤ جب آپ کو اٹھایا گیا تو آپ نے حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحب اور حضرت خواجہ محمود عالم صاحب قدس سرہما دونوں کو اپنے پاس بلا کر ارشاد فرمایا کہ ''آؤ میڈے بابو'' پھر دونوں صاحبزادوں کو اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اس لیے لوگ روئے۔

O میاں حامد امام مسجد سے منقول ہے کہ حضور غریب نواز نے اپنی اولاد امجاد کو وصیت فرمائی کہ مسجد کی پاسداری کرنا، مہمانوں کا خیال رکھنا اور آپس میں اتفاق رکھنا دوسرا یہ کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس سے نیکی کرنا اگر دوبارہ برائی کرے تو تم پھر بھی اس کے ساتھ بھلائی کرنا۔ تیسری بار بھی اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم پھر اس کے ساتھ بھلائی کرنا۔

وصال:

۲۹/ماہ جمادی الاوّل ۱۳۱۹ھ کو نماز مغرب اور عشاء بیٹھ کر باجماعت ادا فرمائی۔ ''زہے ہمتِ مردانِ خدا''

O حافظ حسین برگھا سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ حضور غریب نواز قدس اللہ سرہٗ کے وصال کی رات میں آپ کی چارپائی کے پاس کھڑا سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ آپ ساری رات نوافل نماز اشارہ سے پڑھ رہے تھے۔ حافظ حسین صاحب کہتا تھا جب رات کے بارہ بجے حضور غریب نواز قدس اللہ سرہٗ نے پوچھا کہ کیا نمازِ صبح کا وقت ہوگیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ نہیں غریب نواز ابھی تو رات کے بارہ بجے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محمود عالم صاحب نے کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا تم مجھے تلقین کر رہے ہو۔ یہی ہے تم بلند آواز سے پڑھ رہے ہو اور میں آہستہ آواز میں پڑھ رہا ہوں کیونکہ بلند آواز میں پڑھنے کی مجھے طاقت نہیں ہے۔

بعدہٗ آپ نے فرمایا تم مجھے تلقین نہ کرو مجھے تمہاری تلقین کی ضرورت نہیں ہے۔ الغرض جب رات کے ساڑھے چار بجے تو حضور غریب نواز کو تیمم کرایا گیا۔ آپ نے نماز فجر پڑھی پھر ایک لحظہ کے لیے آپ کی سانس رُک گئی معرکہ نے سمجھا کہ حضور غریب نواز واصل باللہ ہو گئے ہیں لیکن حضرت خواجہ محمود عالم صاحب نے نزدیک ہو کر عرض کیا کہ غریب نواز کیا صبح کی نماز پڑھ لی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حافظ حسین نے کہا اس کے بعد میں بنگلہ شریف سے باہر آیا ابھی بیرونی دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ حضور غریب نواز قدس اللہ سرہٗ واصل باللہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، جبکہ ابھی طلوع آفتاب اور پانچ بجنے میں کچھ وقت باقی تھا۔

غسل اور نمازِ جنازہ:

- بعد ازاں غسل کی تجویز ہوئی غسل کے وقت تمام شہزادگان حاضر تھے۔
- آپ کو غسل پنج درہ حجرہ میں دیا گیا جو بنگلہ وصال کے شرقی شمالی طرف واقع ہے۔
- آپ کو غسل مولوی حامد امام مسجد اور مولوی خدا بخش جراح نے دیا۔
- گیارہ بجے کے بعد غسل مبارک سے فارغ ہوئے تو شہزادگان نے حضرت صاحب (پیر پٹھان) رضی اللہ عنہ کے مرید مولوی محمد حسین یا کسی دوسرے مرید سے پوچھا کہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو دستار مبارک باندھی گئی تھی یا نہ تو انہوں نے بتایا کہ ہاں انہیں دستار مبارک باندھی گئی تھی۔ پھر حضور غریب نواز کے سرِ مبارک پر دستار باندھی گئی۔

حضور غریب نواز قدس اللہ سرہ' کو کفن مبارک وہی پہنایا گیا جو آپ عرب شریف سے اپنے ساتھ لائے تھے پھر آپ کو حجرۂ غسل سے اٹھا کر چینی والی مسجد کی شرقی جانب صحن میں جہاز محل کے سایہ تلے عورتوں کی زیارت کے لیے لایا گیا تا کہ تمام خواتین آپ کی زیارت کر سکیں۔ پھر بارہ بجے کے بعد اس صحن سے آپ کو اٹھا کر مجلس خانہ میں یعنی اس برآمدہ میں جو روضہ مبارک کے دروازہ کے آگے بنا ہوا ہے لے آئے اور لوگوں کے ہجوم سے قیامت برپا ہو چکی تھی۔

ڈیڑھ بجے مولوی خدا بخش صاحب جراح نے جلدی سے اسی مجلس خانہ میں حضور غریب نواز قدس اللہ سرہ' کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سینکڑوں لوگ نماز جنازہ سے محروم رہے۔

القصہ نماز جنازہ کے بعد لوگوں کو زیارت کرانے کے لیے روضہ مبارک کی غربی تبحر میں روضہ مبارک کی غربی جالی مبارک کے بالمقابل آپ کو رکھا گیا اور جنوبی طرف چند طاقتور آدمی کھڑے کر دیے گئے تا کہ لوگوں کو آہستہ آہستہ گزار کر حضور غریب نواز کی زیارت سے مشرف کرائیں۔

آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والوں کو آستانہ عالیہ کے شمالی دروازے سے باہر بھیجا گیا اس وقت آستانہ عالیہ کا جنوبی دروازہ بند کر دیا گیا الغرض چار بجے تک عوام الناس زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ ہندو لوگ بھی اپنی اپنی دکانیں بند کر کے آئے تھے لیکن شیخ غلام رسول صاحب آپ کی زیارت کو نہ آیا اور آخری دیدار سے بھی محروم رہا۔

قطعہ تاریخ وصال:

چوں آں حبیب اللہ و امام اہل اللہ
بیافت شوق قوی وضعیف جملہ قویٰ

وصالِ دوست طلب کرد زُود بے مہلت
گذاشت جسم پریدہ بہ عالم بالا

زہوش سالِ حیات وصال سلطنتش
طلب نمودیم داد پا سخ بصفا

حیات و زندگی آں حکیم زبدۂ حلم
نمود سلطنتش بیم ہر فرہ را

شنو تو سالِ وصال ای عزیز گفتم ہوش
قدم نہادہ مسیحا بچرخ صبح نما

۱۳۱۹ھ

ooo

ملفوظات
حضرت خواجہ اللہ بخش ثانی کریم غریب نواز تونسوی
قدس سرہ العزیز

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

الحمدللّٰه الذی نور قلوب العاشقین بنور وجدانه وشرح صدور العارفین بسرور عرفانه والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین.

امابعد فیقول العبدالضعیف النحیف الراجی الٰی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ الکافی الوافی احمد بن میر عالم المسمی بالبختیار الاوشی ثم الخراسانی الغزنوی......

اس کتاب کی عبارات کا مسودہ محض ملفوظات شریف لکھنے کے لیے بطوریادگار لکھا گیا ہے، اس لیے اس کتاب میں اختصار اختیار کیا گیا ہے۔ ملفوظات شریف مع شرح اور فوائد کثیرہ کی دوسری کتاب ''تنویرالقلوب فی مناقب المحبوب'' کے نام سے لکھی جائے گی۔ اب ہم اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ ھوالموفق الیٰ طریق الھدایۃ ومطلوب المعھود

اوراللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے، ہدایت کے راستہ کی جو مطلوب ومقصود ہے۔

قبلہ عالم کی نظر فیض اثر

ایک دن بعد نمازِ عصر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی المعروف حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز اپنے جدامجد یعنی حضرت فخر الاولیاء، خواجہ خواجگان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کی خانقاہ جاپناہ میں حسب معمول تشریف فرما تھے۔ تمام اصحاب یعنی درویش فقراء اور علماء حاضر تھے۔ حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز نے ان سے ارشاد فرمایا کہ:

''ایک دن حضرت صاحب یعنی فخر الاولیاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی رضی اللہ عنہ کی نظر فیض اثر میں تاثیر تھی جس شخص پر بھی آپ کی نظر مبارک پڑتی، اسے دونوں جہان میں بہت بلند مقام پر پہنچا دیتے تھے اور وہ شخص ایسا مست و بے ہوش ہو جاتا کہ پھر اسے کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک شخص ''چودہواں'' کا رہائشی ہندوؤں کے قرضہ کے سبب اپنے گھر سے بھاگ کر حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مہار شریف پہنچا۔ تقریباً دو تین ماہ جان و مال سے لنگر شریف کی خدمت میں مصروف رہا، یہاں تک کہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ اس کے ہر حال اور جانفشانی سے واقف ہوئے اور وہ شخص بھی مطلع ہو گیا کہ اب حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی نظر فیض اثر بندہ کے حال پر بہت زیادہ ہے۔ آخر ایک دن حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کہ بندہ ہنود کے قرضہ کے سبب اپنے گھر سے بھاگا ہوا ہے اور آپ کی خدمت میں التجا لے کر آیا ہے، اگر غلام کے

حال پر نظر کرم فرمائیں تو زہے رحمت۔ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ:

"تم اپنے گھر جاؤ دکانداراں سے کہو کہ میں رقم لے آیا ہوں تم اپنے اپنے رجسٹر (یعنی جس میں قرض لکھا ہوا ہے) لے آؤ تاکہ میں اس کے مطابق تمہارا قرض ادا کروں"۔

القصہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ دکاندار بہت خوش ہوئے اور اپنے اپنے رجسٹر لے آئے تاکہ اپنی اپنی رقم وصول کریں، جب رجسٹر کھولے گئے تو مقروض کا نام اور رقم کہیں بھی درج نہیں تھی، ہر چند کہ رجسٹروں کو زیر وزبر یعنی اُلٹ پلٹ کیا گیا لیکن کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر دکاندار سمجھ گئے کہ یہ بات حکمت سے خالی نہیں ہے، اس میں ضرور کوئی راز پوشیدہ ہے۔

دکانداروں نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ اس میں کیا راز ہے کہ قرض کا مسودہ اور لکھی گئی رقم ہمارے رجسٹروں میں بالکل نہیں ہے۔ اس آدمی نے اپنا تمام حال اور ساری کیفیت اوّل سے آخر تک ان سے بیان کردی۔ دکاندار یہ بات سننے کے بعد بہت متعجب و حیران ہوئے۔ بعدہٗ اس آدمی نے کہا کہ بے شک میں تمھارا مقروض ہوں اگرچہ تمھارے رجسٹروں میں رقم کا اندراج نہیں ہے مگر تم لوگ میری حیثیت کے مطابق فیصلہ اور صلح کرلو اور میری مقبوضہ زمین بھی چھوڑ دو تاکہ میں قسط وار تمہارا قرض ادا کرسکوں، کیونکہ میں غریب آدمی ہوں اور زیادہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ساہوکاروں نے یہ فیصلہ قبول کیا۔ آخر وہ آدمی فیصلہ کے بعد دوبارہ مہار

شریف حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد اپنی تمام کیفیت خود بیان کی۔ پھر حسب سابق لنگر شریف کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

جذبہ عشق الٰہی

ایک دن اس آدمی کے فقراء دوستوں نے اس سے کہا کہ اب تمہارا حال تو ظاہر ہو گیا ہے، لہٰذا اب تم حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ سے کوئی سبق پڑھو تا کہ تمہارے حق میں کوئی اچھا نتیجہ ظاہر ہو کیونکہ وہ آدمی اُمّی (ان پڑھ) تھا۔ آخر وہ بغدادی قاعدہ لے کر حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ بگو ''الف'' اس آدمی نے کہا ''الف'' محض الف کہنے سے اس کے تمام وجود میں جذبہ عشقِ الٰہی ایسا سرایت کر گیا کہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ بگو ''ب'' لیکن وہ جواب میں بجز ''الف الف'' کے کچھ نہ کہتا۔ آخر وہ آدمی وہاں سے دیوانوں اور مجذوبوں کی طرح مست و مدہوش ہو کر الف الف کہتا ہوا اٹھا اور ہر وقت کلمہ ''الف الف'' کہتا رہتا تھا۔ اس لیے وہاں کے لوگوں نے اس کا نام ہی ''الفو'' رکھ دیا اور اسے ''الفو'' کہتے تھے۔ چنانچہ اس کی حالت ایسی بدل گئی کہ ایک دن سگ بچہ (کتے کا بچہ) بغل میں لے کر گھوم رہا تھا اور اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کتے کا بچہ ہے یا کوئی اور چیز ہے اور جب رات ہوئی تو اس سگ بچے کو مسجد میں لے گیا اور اسے بغل میں لے کر مسجد میں سو گیا۔ خدام اور درویشوں نے اس کا یہ ماجرا حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں عرض کیا کہ ''الفو'' کتے کے بچے کو لے کر مسجد میں سوتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کسی بکری کا بچہ اس کی بغل میں دے دو اور سگ بچہ اس سے لے کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ درویشوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی یعنی بکری کا بچہ ''الفو'' کی بغل میں دے کر سگ بچہ لے کر پھینک دیا مگر ''الفو'' کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

''الفو'' کا استغنیٰ

اسی دوران حضرت ثانی کریم تونسوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہی ''الفو'' ایک مرتبہ بہاول پور شہر گیا، وہاں قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے متوسلین میں سے کسی مولوی صاحب نے اسے دیکھا تو اسے اس کی خستہ حالی پر ترس آیا کہ یہ میرا پیر بھائی ہے، تنگ دستی اور خستہ حالی میں کس طرح وقت گزارتا ہوگا، مناسب ہے کہ اس کو بہاول خان کے پاس لے جا کر اس کے ذریعہ معاش کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کرانا چاہیے۔ آخر مولوی صاحب ''الفو'' کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تمھارا ارادہ ہو تو ہم دونوں نواب صاحب کی خدمت میں جا کر تمھارے لیے روزمرہ کا خرچہ مقرر کرا آتے ہیں تاکہ تمھیں روٹی کپڑا آسانی سے میسر ہو۔ ''الفو'' نے جواباً کہا کہ:

''سگ، سگ را جائے سگ نشان می دہد''

یعنی کتا کتے کو کتے کی جگہ کا راستہ بتاتا ہے۔

(الدنیا جیفة و طالبها کلاب.)

یعنی دنیا (دولت) ایک مردار چیز ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں''۔

حضرت علی احمد صابر کی بیعت وخلافت

ایک دن حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے ارشادفرمایا کہ خلیل الرحمٰن نامی ایک شخص نے ہندوستان سے اشتہار بھیجا ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

''حضرت باباصاحب گنج شکررضی اللہ عنہ سے حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے''۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ عجیب لوگ ہیں کہ اولیاءاللہ کے حق میں ایسی لایعنی باتیں لکھتے ہیں اورانھیں اس کی کوئی خبر نہیں کہ ''مراۃ الاسرار''اور''اخبارالاخیار'' میں حضرت بابا صاحب رضی اللہ عنہ سے حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا ثبوت ہے۔ چنانچہ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ:

''جس وقت حضرت باباصاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کودہلی کی سند خلافت دی اورارشادفرمایا کہ اس سند پر قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے مہر لگواکر دہلی چلے جاؤ۔ چنانچہ جب حضرت علی احمد صابر وہاں سے رخصت ہوکر حضرت قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اوران سے سند پر مہر لگانے کی درخواست کی تو حضرت قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سند لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ پھر حضرت علی احمد صابر وہاں سے حضرت باباصاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آئے اورسند پارہ پارہ کرنے کی کیفیت عرض کی۔ حضرت

باباصاحب رضی اللہ عنہ، قطب جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کارروائی سے بہت ناراض ہوئے لیکن آپ نے فرمایا، تم تسلی رکھو، تمھیں پیرانِ کلیر کی ولایت دیتا ہوں جو ایک بہت بڑا اور عظیم الشان شہر ہے۔

آخر آپ نے انھیں پیران کلیر کے شہر بھیجا۔ جب آپ وہاں پہنچے اور ایک جگہ قیام فرمایا۔ ایک دن جمعہ کے روز اپنے کچھ مریدوں کے ہمراہ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اس مسجد کے چند ملازمین نے اُن سے کہا کہ آپ یہاں سے اٹھ جائیں کیونکہ یہ جائے مصلّٰی فلاں عالم، فلاں پیرزادہ اور فلاں فلاں کی ہے، اس وقت آپ استغراقی حالت میں تھے، انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ آپ کے مریدوں نے مسجد والوں سے کہا کہ ہم آپ سے پہلے بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں کیوں اٹھاتے ہو اور یہ بات مناسب نہیں ہے۔ آخر ان کے درمیان اختلافی جھگڑے کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہاں سے کیوں اٹھاتے ہو؟ مسجد والوں نے کہا کہ یہ جگہ فلاں اور فلاں کی ہے، وہ عالم اور پیرزادے ہیں، جو بڑی عزت اور مرتبہ والے ہیں۔ حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے زیادہ اس جگہ کا حقدار میں ہوں، اس لیے کہ میں اس ولایت کا پیر ہوں۔

خدام مسجد نے کہا، تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟ حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ غصے میں آگئے اور فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ تم سب کو ہلاک کردوں گا۔ القصہ حضرت نے مسجد سے باہر نکل کران کے لیے بددعا کی تو وہ سب کے سب اسی وقت ہلاک ہوگئے بلکہ تمام شہر والے اس مصیبت

سے ہلاک ہوئے۔ آخر شہر کے لوگ جمع ہو کر حضرت کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ حضرت! ہماری خطا معاف فرمائیں تا کہ ہم اس مصیبت سے نجات پائیں۔ حضرت نے فرمایا، بندہ کی یہ مقبول دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رد نہیں ہوگی۔ آخر تمام کا تمام شہر تباہ و برباد ہو کر ویران ہو گیا اور ابھی تک ویران ہے۔

جلالِ موسوی رکھتے تھے:

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرح وصفِ جلالی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی احمد صابر بھی جلال موسوی اور جلال اسرافیلی رکھتے تھے۔

اسی دوران حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دہلی کے شہنشاہوں نے اس شہر کی تعمیر و آبادی کے لیے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

آپ نے فرمایا، حضرت کا مزار اس وقت بھی غیر آباد علاقے میں ہے مگر عرس کے ایام میں لوگ اور ہر قسم کا سامانِ عرس ہر طرف سے جمع ہو جاتا ہے اور کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت کے مزار مبارک کو ہر روز رات کے وقت لنگورانِ وحشی یعنی بندر اپنے دُموں سے جھاڑو لگا کر صاف کر جاتے ہیں۔

ذکر شیخ عبدالحق رودلوی کا

ایک دن اولیاء اللہ کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ حضرت ثانی کریم تونسوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی احمد صابر کی طرح شیخ عبدالحق رودلوی صاحب بھی اعاظم اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا، صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ:

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سات سال کے تھے کہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تہجد کے وقت اٹھتے اور نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ ایک دن ان کی والدہ ماجدہ نے انھیں فرمایا کہ:

"اے بیٹا! تم کیوں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی فرض نماز تم پر فرض ہی نہیں کی، کیونکہ تم ابھی کم عمر بچے ہو اور نمازِ تہجد پڑھتے ہو"۔

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی والدہ کے یہ الفاظ پسند نہ آئے اور فرمایا: "ایسی ماں سے دور بھاگنا چاہیے جو راہِ خدا سے منع کرے اور فرمایا کہ:

"ایں مادر نیست بلکہ راہ زنِ راہ خدا است"

یعنی یہ ماں نہیں ہے بلکہ راہِ خدا سے روکنے والی ہے۔

آخر حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے دہلی شہر اپنے حقیقی بھائی تقی محمد کے پاس چلے گئے جو وہاں سرکار علاؤ الدین خلجی کے ہاں ملازم تھے، وہاں انھوں نے علم کی جستجو شروع کر دی۔ ایک دن ان کے بھائی تقی محمد نے شیخ صاحب کو حصول تعلیم کے لیے کسی مولوی صاحب کے سپرد کیا۔

مولوی صاحب نے شیخ صاحب کو کتاب الصرف شروع کرائی۔ جب کلمہ "ضَرَ بَ یضربُ" پر پہنچے تو شیخ صاحب نے پوچھا، اس کے کیا معنی ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا، اس کے معنی ہیں "مارنا"۔ شیخ صاحب نے فرمایا، میں یہاں لوگوں کو مارنے کے لیے نہیں آیا۔ آخر وہاں سے پیر کی تلاش میں شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کی خدمت میں پہنچے، ان سے بیعت ہوئے۔ پیرومرشد نے شیخ صاحب کو خلافت دی اور مجاز بیعت کیا مگر شیخ صاحب خود فرماتے تھے کہ مجھے کماحقہ تسکین حاصل نہیں ہوئی۔ آخر وہاں سے کسی دوسرے پیر کی تلاش میں کشمیر گئے۔ وہاں سے بھی مقصود حاصل نہیں ہوا۔ پھر کشمیر سے بغداد شریف لے گئے، وہاں سے بھی تسکین میسر نہ ہوئی۔ آخر واپس ہندوستان آئے اور کہا کہ اہل حیات مشائخ سے تو کچھ حاصل نہیں ہوا، لہٰذا اب اہل ممات یعنی صاحب مزار مشائخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، شاید ان سے کچھ فیض ملے۔ آخر شیخ صاحب اہل ممات سے نعمت باطنی کے حصول کے لیے رودلی شریف میں کسی صاحب مزار بزرگ سے اپنا باطنی رابطہ مستحکم کیا اور فرمایا، حصولِ نعمت کے لیے ہم جنس ہونا ضروری ہے تاکہ جلد ثمرہ ہاتھ آئے۔ بعدۂ شیخ صاحب نے اپنے مریدوں کو وصیت ونصیحت کی کہ اس مزار کے پہلو میں میرے لیے قبر کھود کر آراستہ کرو تاکہ میں اس قبر میں جا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں۔ مریدین نے شیخ صاحب کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ پھر شیخ صاحب اس قبر میں داخل ہو گئے اور قبر کو اوپر سے بند کرا دیا۔

چنانچہ رسم کے مطابق شیخ صاحب چھ ماہ کا عرصہ اس قبر میں رہیں گے۔ مدت مذکورہ گزرنے کے بعد قبر شق کی گئی۔ مریدین شیخ صاحب کو بہت ہی احتیاط سے قبر سے باہر نکال لائے۔ ان کا جسم مبارک نہایت ہی کمزور وناتواں ہو چکا تھا۔ ان کو روئی میں لپیٹا گیا، حلوہ قسم کی غذا اسے دیتے تھے، اب وہ حلوہ ''توشۂ شیخ صاحب'' کے نام سے مشہور ہے کیوں کہ حلوہ شیخ صاحب کو بہت ہی پسند تھا، وہاں کے لوگ حلوہ تبرکاً پکا کر شیخ صاحب کی خدمت میں لے آتے تھے۔ راوی کو شک ہے کہ شیخ صاحب کی زندگی میں یا بعد وفات ایام عرس میں بطور نذر و نیاز حلوہ اس قدر جمع ہو جاتا تھا کہ لوگوں کے کھانے سے کافی مقدار میں بچ جاتا تھی کہ شیخ صاحب کے جانوروں کو کھلایا جاتا تھا۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم نے سنا ہے کہ توشۂ شیخ عبدالحق رودلوی صاحب کسی بھنگی، بے نماز اور چلم کش (حقہ پینے والے) کو کھانا جائز نہیں، دوسرے تمام لوگوں کے لیے کھانا جائز ہے۔

آپ نے فرمایا کہ صاحبزادگانِ مہاروی فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ جس چلم کش آدمی نے حضرت شیخ صاحب کا توشہ کھایا وہ پیٹ کے درد میں مبتلا ہوا۔ حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم نے ابھی ''مراۃ الاسرار'' میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ کسی کو میری اجازت کے بغیر میرا توشہ کھانا جائز نہیں ہے۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقیر کے جدامجد یعنی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ العزیز کو اگر کوئی شخص حضرت شیخ صاحب کے توشہ کی کوئی چیز پیش کرتا تو آپ اسے قبول فرمالیتے اور اپنے لنگر شریف میں صَرف کر دیتے تھے، شاید حضرت صاحب کو شیخ صاحب کی طرف سے اجازت تھی۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیخ عبدالحق صاحب کا اپنے پیرومرشد سے بیعت وخلافت کے بعد پھر کسی دوسرے پیر کی تلاش وجستجو کرنا کچھ اچھا نہیں لگا۔ مولوی خدابخش صاحب نے عرض کیا کہ شاید شیخ صاحب کی علمی استعداد زیادہ ہوگی۔ اس دوران عالم شاہ جکھڑانوالا نے کہا کہ حضرت باباصاحب گنج شکر رضی اللہ عنہ سے تو زیادہ استعداد نہیں رکھتے تھے۔ حضرت باباصاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے پیرومرشد سے بیعت کے بعد کسی دوسرے پیر کو تلاش نہیں کیا۔ مولوی خدابخش صاحب نے عرض کیا کہ حضرت باباصاحب رضی اللہ عنہ نے پیر بھی تو ایسا پکڑا تھا کہ ایک ہی نظر سے ان کا برتن پُر کردیا۔ حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت باباصاحب رضی اللہ عنہ کے پیرومرشد تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ ہیں۔

عالم شاہ جھکڑانوالا نے عرض کیا کہ صاحب "مراۃ الاسرار" نے لکھا ہے کہ خاندان چشت یعنی سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں تین اشخاص حد درجہ کے صاحبِ استغراق تھے یعنی حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت مخدوم چراغ

دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق رودلوی رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔مولوی خدا بخش صاحب نے پھر عرض کیا کہ صاحب ''مراۃ الاسرار'' نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی رضی اللہ عنہ ''قطب ارشاد'' اور حضرت شیخ عبدالحق رودلوی رضی اللہ عنہ ''قطب ابدال'' تھے۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ صاحب ''مراۃ الاسرار'' نے لکھا ہے کہ حضرت علی احمد صابر اور شیخ عبدالحق رودلوی رضی اللہ عنہما سے خارق عادات یعنی کشف وکرامات کا ظہور بہت زیادہ ہوا ہے اور حضرت مخدوم چراغ دہلوی قدس سرہٗ سے کشف وکرامات اور خارق عادت میں کسی چیز کا ظہور نہیں ہوا۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، حضرت مخدوم چراغ دہلوی قدس سرہٗ سے کشف وکرامات کا عدمِ ظہور ان کے اعاظم خارق عادات میں سے ہے کیوں کہ ان کی حد درجہ کی استقامت ہے کہ ان سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی یعنی اپنے آپ کو مخفی رکھا۔

اسی دوران بات چلی کہ حضرت شیخ عبدالحق رودلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''درخاندان چشتیہ نظامیہ بعد از حضرت مخدوم چراغ دہلوی کسے صاحبِ کمال نگذشت''۔

یعنی سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مخدوم چراغ دہلوی کے بعد کوئی شخص صاحبِ کمال نہیں گزرا۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ،
حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی قدس سرہ جس وقت ہمارے حضرت صاحب یعنی حضرت فخر الاولیاء خواجہ تونسوی کو دیکھتے تو فرماتے:

''افسوس کہ آج شیخ عبدالحق محدث دہلوی موجود نہیں ہیں ورنہ ہم انھیں خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ کی نشاندہی کرتے اور وہ انھیں دیکھتے تو وہ اپنی کتاب میں اپنے نوشتہ کو دھوتے۔ جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

''سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مخدوم چراغ دہلوی قدس سرہ کے بعد کوئی شخص صاحبِ کمال نہیں گزرا۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اکثر ہر شخص کے انجام کار کا اس طرح ظہور اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے۔ اس معنی کی مناسبت سے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ مرزا فخر الدین خان دہلوی اپنے ابتدائی زمانہ میں کسی منصب (تحصیل داری یا تھانیداری) پر فائز تھے۔ لوگ ان کی بہت شکایتیں کرتے تھے کیوں کہ اس وقت وہ بہت ظلم و ستم کیا کرتے تھے۔ بالآخر ان کا انجام کار اچھا ہوا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ''رہیدہ است''، یعنی بخشا گیا ہے اور آپ نے یہ بیت پڑھا:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ! درد نیست وگرنہ طبیب ہست

یعنی: کون ایسا عاشق ہوا ہے کہ جس کے حال پر اس کے یار (پیرو مرشد)

نے نظر نہیں کی۔ اے خواجہ! علاج کرنے والا تو ہے لیکن کسی کو کوئی درد (عشق) ہی نہیں ہے۔

فائدہ:

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ''انجام وی نیک شد و رہیدہ است'' اس معنی کی طرف اشارہ ہے کہ مرزا فخر الدین خان آخری عمر میں تائب ہو گئے تھے کیوں کہ ہمارے حضرت صاحب یعنی حضرت فخر الاولیاء خواجہ تونسوی نے خود انھیں اپنے ہاتھ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ میں داخل کیا تھا اور تائب ہونے کے بعد حج بیت اللہ زادھا اللہ شرفاً تعظیماً کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی قدم بوسی کی سعادت مندی بھی حاصل ہوئی۔

حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، ایک مرتبہ میں نے مرزا فخر الدین خان کی طرف اس مضمون کا خط بھیجا تھا۔

مضمونِ خط

''وقتی برائے دریافت حالاتِ شما نزد محمد حسین در شہر دہلی تار برقی فرستادم کہ اگر شمارا چیزے حال فخر الدین خان معلوم باشد۔ باید کہ بذریعہ تار برقی اطلاع دہید تا کہ حال مرزا فخر الدین خان معلوم شود''۔

یعنی: تمھارے حالات جاننے کے لیے میں نے ایک مرتبہ محمد حسین کے پاس دہلی شہر تار برقی بھیجا تھا کہ "اگر تمھیں مرزا فخر الدین خان کا حال معلوم ہو تو بذریعہ تار برقی اطلاع دیں تا کہ ان کا حال معلوم ہو سکے"۔

انھوں نے بذریعہ تار کوئی جواب نہ دیا بلکہ سات آٹھ دن کے بعد بجائے تار کے ایک خط آیا اور مرزا فخر الدین خان نے بھی اس خط کا جواب بھیجا اور لکھا کہ:

"مردماں پیری و مریدی را آسان میدانند و حالانکہ مریدی از پُل صراط گذاشتن ہم مشکل و سخت تر است"۔

یعنی: لوگ پیری اور مریدی کو آسان سمجھتے ہیں جبکہ کسی مرید کو پل صراط سے گزارنا بہت مشکل اور سخت ترین عمل ہے۔

اسی موقع پر حضرت ثانی کریم تونسوی غریب نواز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، بے شک یہ بات بالکل صحیح ہے اور آپ نے یہ عبارت بھی پڑھی:

"مرید را باید که کَالْمَیِّتِ فِی یَدِالْغَاسِلِ باشد"

یعنی: مرید کو ایسا ہونا چاہیے جیسے کوئی میت کسی نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور مرید میت کی طرح اپنے آپ کو کوئی اختیار نہ دے۔ پیر و مرشد جہاں کہیں لے جائے مرید چلا جائے۔

میر اگل کا بہشتی ہونا

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب یعنی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

''میراگل'' نام کا ایک آدمی تھا جو لنگر شریف میں کام کرتا تھا نماز بالکل نہیں پڑھتا تھا لیکن رمضان المبارک میں روزے رکھتا اور نماز بھی پڑھتا تھا لنگر شریف کے کام میں بہت چست و چالاک اور ہوشیار تھا اور حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ خدا بخش لانگری نے بتایا کہ ماہ محرم الحرام میں ہم مہار شریف میں تھے کہ ایک دن یہ پاک پتن شریف جانے کا ارادہ کر کے تیار ہوا کہ میں بہشتی دروازہ سے گزروں گا کیونکہ تمام لوگ بہشتی دروازے سے گزر کر بہشتی ہوتے ہیں اور میں اس سے محروم ہوں۔ خدا بخش لانگری کہتا ہے کہ میں نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ تجھے اجازت نہ دیں کیونکہ لنگر شریف کا کام تیرے بغیر مجھ اکیلے سے نہیں ہوتا۔ آخر میراگل نے بہت اصرار کیا کہ میں ضرور جاؤں گا اپنے عوض دوسرا آدمی دیتا ہوں۔

بعدۂ میں نے حضرت صاحب غریب نواز کی خدمت میں عرض کی کہ میراگل بہشتی دروازے سے گزرنے کیلئے پاکپتن شریف جانے کے لیے تیار کھڑا ہے جبکہ لنگر شریف کا کام اس کے بغیر نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اسے بلا کر پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے کہ پاکپتن شریف جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ موصوف نے عرض کیا کہ جی ہاں غریب نواز! حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پاکپتن شریف کیوں جانا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ بہشتی دروازہ سے گزرنے کے لیے جانا چاہتا ہوں کیونکہ تمام لوگ بہشتی ہو گئے اور صرف میں تنہا محروم رہ گیا ہوں۔

حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
"شما بہشتی ہستید شما پاکپتن مروید"
یعنی: تم بہشتی ہو پاک پتن شریف مت جاؤ۔
میرا گل بہت ہی خوش ہوا اور پاکپتن شریف جانے کا ارادہ موقوف کر دیا۔

شیخ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے

حضور ثانی کریم تونسوی غریب نواز نے فرمایا کہ ایک آدمی تھا جو حضرت نارو والا رضی اللہ عنہ کا مرید تھا۔ ایک رات حضرت نارو والا صاحب نے اپنے اس مرید سے فرمایا کہ، کل صبح تجھے فلاں شہر جانا ہے وہ شخص صبح ہوتے ہی اپنے شیخ سے پوچھے بغیر اس شہر جا کر واپس آیا اور اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے گزشتہ رات جس شہر جانے کا فرمایا تھا، غلام وہاں گیا تھا ابھی واپس آیا ہوں۔ حضرت نارو والا صاحب نے فرمایا، مجھے اطلاع کیوں نہیں کی تا کہ میں کسی کام کے لئے تجھے وہاں بھیجتا، صرف جانے کے لیے نہیں کہا تھا۔ مرید نے عرض کی، یا حضرت اس وقت آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا تھا کہ صبح تجھے فلاں شہر جانا ہے اور کسی کام کے متعلق کچھ نہیں فرمایا تھا، مجھے تو حضرت کے حکم کی تعمیل ضروری تھی، اس لیے میں وہاں گیا ہوں اب دوبارہ بھی جاؤں گا آپ کا جو کام ہو آپ حکم فرمائیں میں ضرور کر کے آؤں گا۔

فائدہ

جاننا چاہیے کہ ان دو حکایتوں میں یعنی میرا گل کی حکایت اور حضرت حاجی پوری قدس سرہ کے مرید کی حکایت میں اس معنی کی طرف اشارہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو اور اپنے کاروبار کو ہر حال میں اپنے شیخ کے سپرد کرے اور اپنی کوئی دخل اندازی نہ کرے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسی موقع پر حضور ثانی کریم تونسوی غریب نواز نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے غلام اس طرح کے عام لوگ تھے، اب اس زمانے کے خاص لوگ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

کنوئیں کی کھدائی کا مشورہ

ایک دن بعد نماز عصر حسب عادت حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ خانقاہ شریف کے سامنے تشریف فرما تھے۔ آپ نے مولوی خدا بخش صاحب سے پوچھا کہ کل صبح کون سا دن ہے کنواں کھدوانے کا ارادہ ہے؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھی ساعت ہے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ فقیر کا مشورہ بھی اسی طرح ہے کہ صبح کام شروع کیا جائے کیونکہ جمعرات کا دن مبارک دن ہے اور صبح ربیع الاوّل شریف کی سترہ تاریخ بھی نیک ساعت ہے۔ بعدۂ آپ نے مولوی خدا بخش صاحب سے پوچھا کہ جمعرات کے دن کی پہلی ساعت کس وقت شروع ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ صبح صادق کے بعد پہلا پہر جمعرات کے دن کی ساعت اوّل ہے۔

دھنو ہندو

بعد ازاں حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ اہل ہنود کے نزدیک چہار شنبہ (بدھ کا دن) نیک دن ہے حالانکہ بدھ کا دن نحس ہے۔
بعدہ آپ نے فرمایا کہ دھنو ہندو ہمیشہ جب بھی ملتان جاتا ہے تو بدھ کے دن جاتا ہے اور اسے کوئی نقصان خسارہ نہیں ہوتا اور فقیر (یعنی حضور ثانی کریم) ہمیشہ اسے منع کرتا ہے لیکن وہ باز نہیں آتا اور کہتا ہے کہ

''خداونداایں روز بسیار نیک است''

یعنی! اس دن کا مالک بہت اچھا ہے۔

حدیث قدسی

حضور ثانی کریم غریب نواز نے حدیث قدسی پڑھی کہ:

''انا عند ظن عبدی بی''

یعنی: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔
یعنی ہر کام گمان اور عقیدے پر موقوف ہے۔ (جیسی نیت ویسی مراد)

چہار شنبہ یا اونٹ

اسی حدیث شریف کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب مولوی خدا بخش صاحب ملتانی بہت نیک آدمی تھے (ان سے مراد حضرت مولانا خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی ثم خیر پوری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مترجم)

ایک دن آپ کا کوئی خاص مرید کہیں سے آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا حضرت صبح جمعرات کا دن ہے، غلام کی شادی کی تاریخ ہے، آپ ضرور قدم رنجہ فرمائیں۔ میرا گھر ملتان شہر سے باہر تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک دن پہلے کیوں نہیں بتایا آج تو چہار شنبہ (بدھ) ہے، اس دن سفر کرنا منع ہے میں اس دن سفر نہیں کرتا۔ شاید مرید پرخلوص اور صاحب دل تھا۔ مولانا صاحب مرید موصوف کے ہمراہ گھوڑی پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ راستے میں اچانک ایک مست اونٹ ظاہر ہوا جو مولانا صاحب کی گھوڑی کے پیچھے دوڑا۔ مولوی صاحب نے اپنے مرید کو (دشنام داد) گالی دی اور فرمایا کہ دیکھو اب چہار شنبہ آ رہا ہے اپنی گھوڑی کو تیز دوڑاؤ۔ مرید نے عرض کی غریب نواز چہار شنبہ نہیں ہے بلکہ اونٹ ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا ''اے خانہ خراب'' یہ چہار شنبہ ہے اونٹ نہیں ہے۔ القصہ اس اونٹ نے مولانا صاحب کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور مولانا صاحب کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔

چیچک کی بیماری

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے اس حکایت کے مطابق ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ یہاں (تونسہ شریف میں) بچوں کو عارضہ جدری (چیچک کی بیمار) آ لگی۔ فقیر (یعنی حضور ثانی کریم) کے اس زمانہ میں دو بیٹے تھے ان کے علاج معالجے کیلئے یوسف شاہ نامی ایک ''سید'' تھا۔ جو عارضہ جدری کا علاج کیا کرتا تھا اگر چہ یہاں میاں نصیر بھی سوئیوں

کے ذریعے علاج کرتا تھا مگر ہم نے صرف حصول برکت کے لئے عثمان نامی شخص کو یوسف شاہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ دوشنبہ (پیر کے دن) کے روز سید صاحب کو یہاں لے آ کیونکہ وہ مبارک دن ہے بچوں کو سوئیاں لگائے اس کے ہاتھ میں شفا ہوگی۔ جب عثمان مذکور وہاں پہنچا اور شاہ صاحب سے کہا کہ حضرت صاحب نے اپنے بچوں کو سوزن زدنی کے لئے تمہیں بلایا ہے کیونکہ ہمارے شہر تونسہ شریف میں عارضہ جدری عام ہوگئی ہے اور حضرت صاحب نے فرمایا ہے شاہ صاحب کو بروز پیر ضرور لے آؤ تا کہ پیر کے روز بچوں کو سوئیاں لگائے کیونکہ یہ مبارک دن ہے۔ سید صاحب مذکور ہمارے آدمی کے ساتھ آنے کیلئے اسی وقت تیار ہوگیا لیکن سید صاحب کے عزیز و اقارب نے سید صاحب سے کہا کہ تم تو اتوار کے روز کہیں سفر پر نہیں جاتے اور نہ اس روز سفر کرنے کو اچھا سمجھتے ہو اور آج اتوار ہے کیوں جارہے ہو۔ مناسب ہے آج کے بجائے کل چلے جانا۔ شاہ صاحب نے جب اپنے عزیز و اقارب کی یہ بات سنی تو اتوار کے دن کہیں جانے سے انکار کردیا اور کہا کہ اتوار کے روز میں سفر پر کہیں نہیں جاتا لہٰذا مجھے معاف کرو۔ کل پیر کے دن تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مگر ہمارا آدمی عثمان بہت سخت طبیعت کا تھا آخر شاہ صاحب کو مجبور کر کے یہاں لے آیا۔ چنانچہ اس روز ہمارے دو بچوں کے علاوہ آٹھ دوسرے بچوں کا بھی علاج کیا۔ بعدہٗ شاہ صاحب نے فرمایا کہ سات، آٹھ دن میں یہاں رہوں گا تا کہ بچوں کا حال معلوم ہو۔ آخر حکم الٰہی یہ تھا کہ بچوں میں موت واقع ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمام کے تمام بچے فوت ہوگئے

حتی کہ ہمارے دو بچے بھی ان میں فوت ہوئے۔ ان تمام بچوں میں صرف دو بچے باقی رہے تھے باقی تمام واصل بحق ہوئے اور سید صاحب مذکور کو بھی تپ محرقہ (محرقہ بخار) ہوا۔ حتی کہ قریبِ مرگ ہو گئے تھے لیکن بحکم الٰہی بعد میں صحت یاب ہو گئے۔

فائدہ

مولوی صاحب، سید صاحب اور دھنو ہندو کی ان حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام ظن اور عقیدے پر موقوف ہیں جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے۔

کنوئیں کی کھدائی

بروز جمعرات علی الصبح حسب معمول نماز فجر سے کچھ دیر پہلے حضور ثانی کریم غریب نواز اور صاحبزادہ حافظ محمد موسیٰ قدس سرہما مسجد شریف میں تشریف لائے اور جامع الملفوظات کی امامت میں نماز باجماعت ادا فرمائی اور بعدِ نماز حضور ثانی کریم غریب نواز نے حکم فرمایا کہ تمام فقراء و درویش آئیں۔ حضرت فخر الاولیاء کے آستانہ عالیہ سلیمانیہ میں دعا مانگیں تاکہ کنوئیں کی کھدائی کا کام خیریت سے اختتام پزیر ہو اور پانی بھی میٹھا دے اور لوگوں کو اس سے نفع پہنچے۔ آخرالامر حضور ثانی کریم غریب نواز، حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب تمام علماء و فقراء (طلبہ) کو لے کر آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے اندر جا کر دعا مانگی۔ دعا سے فراغت کے بعد باہر آئے اور مسجد شریف کی

مشرقی جانب کنواں مذکور کی کھدائی کی جگہ اپنے تمام اصحاب یعنی درویش، فقراء اور علماء کے ہمراہ تشریف لائے۔ مستریوں نے کنوئیں کا دائرہ صحیح کیا۔ اس وقت حضور ثانی کریم غریب نواز نے فقیر پُر معاصی (جامع الملفوظات) کو بلا کر فرمایا کہ کنوئیں کی کھدائی کی ابتداء تم کرو اور اس فقیر راقم الحروف کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور اپنے ہاتھ مبارک سے زمین کھودنے کا آلہ (بیلچہ) دیا اور فرمایا کہ "بزن" (یعنی زمین کھودو)۔ فقیر نے عرض کیا کہ یا حضرت غلام اس لائق نہیں ہے میں بہت گنہگار ہوں جب آپ موجود ہیں دوسرے کسی کی کیا جرأت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کوئی فکر نہ کرو میں موجود ہوں۔

بعدہٗ "الامر فوق الادب" سمجھ کر بیلچہ ہاتھ میں لے کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور کہا "یا پیر مدد کن" تین مرتبہ بیلچہ زمین پر مار کر کنوئیں کی کھدائی کا آغاز کیا۔ بعد ازاں آپ نے مولوی خدا بخش، مولوی غلام محی الدین مکھڈی اور عالم شاہ صاحب جلکھڑ انوالے کو حکم فرمایا۔ انہوں نے علی الترتیب باری باری آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے ہر ایک کو فرمایا کہ مٹی کنوئیں کے دائرے سے باہر پھینکو، ان چار افراد کے بعد میاں حسین اور تمام درویشوں کو فرمایا، تم سب باری باری دو دو بیلچے مٹی نکال کر چلے جاؤ، انہوں نے ایسا ہی کیا اور چلے گئے۔

اللھم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عواقب امورنا بالخیر وانفع لنا بالخیر برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آپ نے فرمایا اس کنوئیں کا دائرہ دہ دردہ گز شرعی رکھا گیا ہے تاکہ

متحمل نجاست ہو (یعنی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہ ہو)۔اس کنوئیں کی کھدائی بروز جمعرات قبل از طلوع آفتاب بتاریخ 17 ماہ ربیع الاوّل 1305ھ کو ہوئی۔

حضورا کرم ﷺ پر بادل کا سایہ

ایک دن بعد نماز عصر حسب معمول حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ آستانہ عالیہ سلیمانیہ پر تشریف فرما تھے۔آپ نے مولوی خدا بخش صاحب سے پوچھا کہ بادل حضورا کرم ﷺ پر ہمیشہ سایہ کرتا تھا یا کبھی کبھی؟ مولوی صاحب نے عرض کی کہ صحیح معلوم نہیں ہے۔

بعدہٗ حضور ثانی کریم غریب نواز نے فرمایا کہ مولوی دیدار بخش نے فقیر کے سامنے حکایت بیان کی ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ پر وہاں کے لوگ جمع ہو کر ہمارے حضرت صاحب یعنی فخر الاولیاء کی خدمت میں آئے اور عرض کی امساک باران ہے مال مویشی وغیرہ ہلاک ہو رہے ہیں،آپ دعا فرمائیں۔آپ سے بعید نہیں ہے کہ آپ کی دعا سے بارش نہ ہو۔حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے خوش طبعی فرماتے ہوئے اپنا رخ مبارک میری (دیدار بخش کی) طرف کر کے فرمایا اس ہندوستانی مولوی کو باندھ کر دھوپ میں بٹھا دو فوراً بارش ہو جائے گی۔

بندہ نے عرض کیا کہ یہاں ایک ایسا شخص ہے اگر وہ سایہ سے دھوپ میں چلا جائے اگر بالفعل بارش نہ برسے تو میری داڑھی کاٹ دینا۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ مولوی مذکور نے میری طرف اشارہ کیا

ہے۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ عبدہ ورسولہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اشرف المخلوقات ہیں نے اپنے آپ کو عبد جو کہ ''رسول'' سے مقدم ہے متصف کیا دوسروں کو کیا طاقت و جرأت کہ عبدیت سے پاؤں باہر رکھیں یعنی میں بھی تمہاری طرح ایک بندہ ہوں۔

مولوی دیدار بخش نے بتایا کہ میں نے عرض کیا کہ وہ بھی بندہ تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت باہر تشریف لے جاتے تو آپ پر بادل سایہ کرتا تھا۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ہر وقت بادل سایہ نہیں کرتا تھا بلکہ کبھی کبھی سایہ کرتا مولوی دیدار بخش نے بتایا کہ میں حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی اس بات سے بہت حیران ہوا مگر بوجہ ادب میں نے دوبارہ یہ عرض نہیں کیا کہ کہاں سے یہ ثابت ہے۔

چشتیاں شریف میں بارش

مولوی دیدار بخش نے بتایا کہ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھا، چشتیاں شہر میں جس مسجد میں میرا قیام تھا وہاں جا کر سو گیا۔ جب ظہر کے وقت بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اتنا زیادہ بارش ہوئی ہے کہ وہاں سے خانقاہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ تک جانا مشکل ہو گیا۔ آخر وہاں سے اٹھ کر ظہر کے وقت حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! کس طرح کی بارش ہوئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بہت خوب ہوئی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث شریف

ہمدریں محل اسی موقع پر حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم شاہ صاحب نے آج یہ کہا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادل کا سایہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت نہیں ہوتا تھا بلکہ گاہے گاہے ہوتا تھا۔ چنانچہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ (انصار) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مہاجرین کے درمیان میں نہ پہچان سکے کہ آپ کون ہیں؟۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر مبارک کا سایہ کیا تو پھر اہل مدینہ منورہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا کہ ''سردار'' یہ ہیں۔ بعدہ' مولوی خدابخش صاحب نے عرض کیا کہ یہ بات صحیح ہے میں نے بھی ایسی حدیث شریف بخاری شریف میں دیکھی ہے۔ مولوی صاحب نے پورا قصہ دوبارہ بیان کرنا شروع کیا جیسا کہ گزرا ہے۔

بابا بلھے شاہ کا عقیدہ

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے پھر فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سایہ مبارک ہمیشہ نہیں ہوتا تھا یا

کبھی ہوتا اور کبھی نہیں ہوتا تھا مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ مجھے
پختہ (پکا) یاد نہیں ہے کہ سایہ مبارک ہمیشہ نہیں ہوتا تھا یا گاہے گاہے۔
حضور ثانی کریم تونسوی قدس سرہ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سایہ مبارک کبھی ہوتا اور
کبھی نہیں ہوتا تھا یعنی جس وقت ذات باری تعالیٰ سے "اتحاد کمال ہوتا (اللہ
تعالیٰ سے ایک ہوتے) تو اس وقت شاید سایہ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بابا بلھے
شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

"احد احمد وچ فرق نہ کوئی ذرہ ہک پیچ مروڑیندا

اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری طرف مشغول ہوتے
تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک ہوتا تھا۔ مولوی خدا بخش
صاحب نے عرض کیا کہ اس کلام سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
اسی وقت فقیر نے عرض کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
اقدس آفتاب کی مانند محض نور تھی اس لیے سایہ نہیں تھا۔ حضور ثانی کریم غریب
نواز نے فقیر کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر میں اسی رات بعد نماز
مغرب اپنے مکان پر آیا اور خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کی شرح کو دیکھا
دیوان حافظ کے اس بیت کی شرح کے تحت شارح نے لکھا ہے کہ۔

آفتاب از روئے تو شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

اس بیت کی معانی اس طرح لکھے ہیں کہ:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے پرتو کی وجہ سے آفتاب پردے میں چھپ جاتا تھا"۔

آفتاب کا رخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے سامنے مثل سایہ کے تھا۔

جیسا کہ مولانا جامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے۔

سایہ ندیدت بزمین ہیچکس

نور بود سایۂ خورشید بس

یعنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کسی شخص نے زمین پر نہیں دیکھا۔ سورج کا سایہ نور تھا اور بس۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

سئل عن انس بن مالک رضی الله عنهما ماالحکمة فی عدم وقوع ظل النبی صلی الله علیه وسلم علی الارض قال لان الشمس نور خلق من نوره علیه الصلوة والسلام ونوره اضوء من النهار و نور الشمس والقمر لایظل به.

(کذافی فتاوی ظهیریة) تم کلامه)

یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک کا زمین پر نہ پڑنے کی کیا حکمت ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سورج نور ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

نور سے پیدا کیا گیا ہے چاند، سورج اور دن کے نور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور زیادہ روشن ہے، اس لیے ان کا سایہ نہیں ہوتا۔

(فتاوی ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ ان کا کلام مکمل ہوا)

جامع الملفوظات فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے حضرت مولانا امیر خسرو دہلوی قدس سرہ کی کتاب ''مطلع الانوار'' میں دیکھا ہے کہ انہوں نے بھی حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے باب میں عدم سایہ کے بارے میں دو بیت کہے ہیں:

سایۂ خویش آنکہ نکر دیش نشر
داشتیش از پے خورشید حشر

تا چو بسوزیم درآں آفتاب
خودفگنی سایہ براہل عذاب

فقیر نے اپنے دل میں کہا کہ ان روایات سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سایہ بالکل نہیں تھا۔ جبکہ حضور ثانی کریم غریب نواز نے اس طرح فرمایا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سایہ مبارک شاید کبھی ہوتا اور کبھی نہیں ہوتا تھا جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا ہے۔

آخر فقیر کو اس روز صبح کے وقت موقع نہیں ملا کہ حضور سید عالم ﷺ کے عدم سایہ کے متعلق یہ روایات حضور ثانی کریم کی خدمت میں عرض کرتا آخر وہ دن گزر گیا۔ دوسرے روز حضور ثانی کریم غریب نواز بعد نماز ظہر

چنی والی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مولوی یار محمد ہیرو بنڈی والا اور دوسرے درویش بھی حاضر تھے۔ یہ فقیر تمام روایات اپنے ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کا سایہ کبھی ہوتا اور کبھی نہیں ہوتا تھا۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سایہ کے متعلق یہ نہیں کہا بلکہ میں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر بادل کا سایہ کبھی ہوتا اور کبھی نہیں ہوتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا سایہ بالکل نہیں تھا۔ اس قدر سایہ تھا کہ مختلف فیہ روایات وجود میں آئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس لحاظ سے سایہ نہیں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس جہت سے سایہ تھا۔

بعد ازاں حضور ثانی کریم غریب نواز نے مولوی یار محمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب تمہیں کس طرح معلوم ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بھی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سایہ بالکل نہیں تھا آپ نے تصدیقاً فرمایا کہ صحیح ہے۔

ہمدریں محل اس غلام (کاتب الحروف) نے پھر عرض کیا کہ وہ جو آپ نے فرمایا تھا کہ مولوی دیدار بخش نے ہمارے حضرت صاحب خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے کہ حضرت فخر الاولیاء "خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا تھا کہ:

''ابر بالائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت سایہ نہیں
کرتا تھا بلکہ گاہے گاہے''۔
حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ بات بھی صحیح ہے چنانچہ شارح
دلائل الخیرات علیہ الرحمۃ نے اس عبارت کی شرح میں اس طرح لکھا ہے کہ

عبارت

اللهم صلى على من كان يظله الغمامة.

ترجمہ: اے اللہ! درود بھیج اس پر جس پر بادل سایہ کرتے تھے۔

بادل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا اعلان نبوت سے پہلے تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے بادل کا سایہ کرنا اظہار نبوت کیلئے از قسم معجزہ تھا اور اعلان نبوت کے بعد بادل کا سایہ کرنا تحقیق کو نہیں پہنچا بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔

شارح دلائل الخیرات کا عقیدہ

ہمدرین محل اس غلام نے پھر عرض کیا کہ دلائل الخیرات شریف کے شارح کی اس عبارت سے بھی ثابت ہے۔

اللهم صل على من كان يرى خلفه كما ير ى من امامه.

یعنی: اے اللہ! درود بھیج اس پر جو پیچھے بھی اس طرح دیکھتا تھا جس طرح وہ

سامنے دیکھا کرتا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثافت لحمی سے بالکل خالی محض نور تھے کیونکہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے اسی طرح آپ اپنی پیٹھ پیچھے بھی اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ باطنی نور سے دیکھتے اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر سوئی کے سوراخ کی مانند دو آنکھیں تھیں لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے غلام کی اس تقریر کو تسلیم کیا۔

گل محمد خان کا خط

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ بعد نماز عصر خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مولوی خدا بخش صاحب سے فرمایا کہ آج گل محمد خان کا ایک خط آیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ آپ مولوی صاحب سے پوچھیں کہ "میں کئی سال سے سونے کی انگوٹھی اور ایک جبہ جس کا بالائی حصہ ریشمی ہے پہن کر نماز پڑھتا ہوں اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ مولوی صاحب مذکور نے کہا کہ اس کی نماز تو جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ اگر احتیاطاً نماز کا اعادہ کر لے (دوبارہ پڑھ لے) تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ نماز کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہ سبب مس (تانبا)، مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مس (تانبا) بعض کے نزدیک ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں (یعنی سونے اور ریشمی کپڑے) کا استعمال لباس آہو

یا زینا حرام ہے۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے یہ حدیث شریف پڑھی کہ:

التائب من الذب کم لاذنب له.

یعنی توبہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گزشتہ نمازوں کا اعادہ کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

فقیر کے نزدیک بے ادبی ہے

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ مولوی احمد صاحب اگر چہ بزرگ تھے مگر سخت بے ادب تھے یعنی جس وقت یہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی نماز جمعہ میں امامت کرتے تو اس وقت ان کا پاجامہ ریشمی اور چادر ریشمی جس کا کنارہ سنہری ہوتا تھا دونوں چیزیں پہن کر نماز جمعہ پڑھاتے۔ امامت میں ان کے پاجامہ کو نہیں دیکھا کہ اس کا آستر سوتی کپڑے کا ہوتا تھا یا نہیں مگر ان کی چادر (اوپر اوڑھنے کی چادر) کو بہت اچھی طرح دیکھا تھا کہ اس کے نیچے سبز رنگ کا موٹا سوتی کپڑا سلا ہوتا تھا۔ مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ شاید کسی مجبوری کی وجہ سے پہنا ہو۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت امامت تقریباً ہزار روپے قیمت کی چادر اوڑھتے تھے۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ جائز ہے مگر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح کے کپڑے پہن کر آپ کی امامت کرنا فقیر (یعنی حضور ثانی کریم) کے نزدیک بے ادبی ہے۔ اگر چہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے

اس کے کپڑوں کو نہیں دیکھا تھا اور اپنے کام میں مشغول تھے، تاہم اس کا یہ فعل اچھا نہیں تھا۔ اس وقت اس غلام نے عرض کیا کہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں تھا کیونکہ آپ کسی غیر کے حال کی تفتیش پر مامور نہیں تھے۔ حضور ثانی کریم غریب نواز نے غلام کی اس بات کو بھی تسلیم کیا۔

نور محمد کہاں ہے اسے بلاؤ

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب (یعنی فخر الاولیاء حضرت پیر پٹھان) رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس قدر مشغول ہوتے کہ کسی دوسرے کی طرف نظر بھی نہیں کرتے تھے جیسا کہ مولوی نور محمد صاحب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی امامت کرتا تھا۔ آخر جب مولوی صاحب مذکور کو عارضۂ سودا (دیوانہ پن) لاحق ہوا یہاں تک نجاست سے بھی احتیاط نہیں کرتا تھا لوگوں (نمازیوں) نے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مولوی صاحب مذکور کی شکایت بھی کی لیکن حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب آپ نماز کے لئے مسجد شریف میں تشریف لے آتے اور اگر اس وقت مولوی صاحب مذکور موجود نہ ہوتے تو آپ فرماتے نور محمد کہاں ہے اسے بلاؤ تا کہ وہ ہمیں نماز پڑھائے۔ درویش عرض کرتے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ دوسرے فلاں اور فلاں مولوی صاحبان موجود ہیں لیکن حضرت صاحب رضی اللہ عنہ ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیتے اور فرماتے مولوی صاحب کو بلا کر لاؤ اور کچھ دیر انتظار کرتے۔ اگر مولوی صاحب آجاتے تو

بہتر اور اگر مولوی صاحب کوئی عذر پیش کرتے تو پھر مجبوراً کسی دوسرے کی امامت میں نماز ادا فرماتے۔ مولوی علی محمد کی کیفیت بھی یہی تھی۔ مولوی صاحب مذکور کو تو خونی بواسیر کا عارضہ تھا اور ہر وقت بواسیری خون جاری رہتا تھا۔ نمازی لوگ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مولوی صاحب کی شکایت کرتے کہ مولوی صاحب کو ہر وقت بواسیری خون جاری رہتا ہے، لہٰذا اجریان خون کے سبب لوگوں کی نمازیں خراب ہوں گی۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ ان کی باتوں کی طرف بالکل توجہ نہ دیتے۔ اس وقت حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے علی حیدر کا یہ مصرعہ ارشاد فرمایا کہ:

ع "ادھر بہت لوڑ پیار پیار دائی"

یعنی: اللہ تعالیٰ کے حضور میں محبت کی بہت زیادہ آرزو و تمنا ہے۔

یعنی: اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں محبت کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

شیر صفت

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی کیا شان ہے وہ تو شیر کی سی صفت رکھتے تھے اور آپ نے یہ بیت بھی پڑھا:

شیر سرافگندہ خرامد براہ
کارسگان است بہر سو نگاہ

یعنی: شیر اپنا سر جھکائے ہوئے راستہ پر بڑے ناز و انداز سے خراماں

خراماں چلتا ہے اور چلتے ہوئے ہر طرف نگاہ ڈالنا یہ کام کتوں کا ہے۔

حضرت صاحب کا ادنی غلام

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک ادنی غلام حافظ امام بخش صاحب ایسا پرہیز گار و متقی تھا کہ موصوف مہڈی بنگلے کے قریب ایک مکان میں رہتا تھا اور وہ مکان (کمرہ) اس نے خود تعمیر کیا تھا۔ مکان بنانے کے لئے پانی کنوئیں سے خود لے آتا تھا۔ ان دنوں جمعدار احمد خان والا کنواں نیا تعمیر کیا گیا تھا اور مشہور تھا کہ اس کا پانی بہت میٹھا ہے اس لئے شہر کی تمام عورتیں اس کنوئیں سے پانی بھر کر لے جاتی تھیں اور حافظ امام بخش کا مکان راستے میں تھا اور شہر کی عورتیں اسی راستہ سے پانی لینے آتی جاتی تھیں۔ ایک دن کسی شخص نے حافظ صاحب مذکور سے کہا کہ حافظ صاحب! یہاں کی عورتیں پاجامہ پہنتی ہیں یا گھگرہ حافظ صاحب نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس آدمی نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ شہر کی سینکڑوں عورتیں پانی لینے کیلئے تمہارے مکان کے آگے سے گزرتی ہیں اور تم کہتے ہو کہ میں نے نہیں دیکھا۔ حافظ نے حلفاً کہا کہ یہ بالکل سچ ہے کہ میں نے یہاں کی عورتوں کا لباس نہیں دیکھا۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے جب یہ بات مکمل کی تو یہاں سے اٹھ کر نماز مغرب کے لیے مسجد شریف تشریف لے گئے اور آپ نے مسجد شریف جانے تک ان دو مولویوں کا ذکر دوبارہ شروع کیا۔ بعدہ آپ ختم خواجگان پڑھنے میں مشغول ہوگئے اور اس بات کا تکرار فرماتے رہے

حتی کہ آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب (پیر پٹھان) رضی اللہ عنہ کی وفاداری ایسی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ شاید حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو ایسی ہی وصیت کی ہوگی کہ جس شخص کا بھی ہاتھ پکڑیں (بیعت کریں) پھر اس کو چھوڑیں مت۔

شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا ذکر

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ بعد نماز عصر خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے آپ نے مولوی خدا بخش صاحب سے پوچھا کہ کیا شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا تخلص سعدی اس لیے ہے کہ وہ (بادشاہ وقت) ''سعد'' کی تعریف کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ شاید ایسا حکم کیا گیا ہو۔ آپ نے پھر فرمایا کہ تمہاری بات ٹھیک ہے مگر شیخ سعدی سے ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ اولیاء اللہ سفید کپڑے کی مانند ہیں بانسبت رنگین کپڑے کے سفید کپڑے پر معمولی رنگ سے داغ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ آپ نے اپنی تہبند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرا تہبند نیلے رنگ کا ہے، اس پر دوسرا کوئی سا رنگ جتنا ڈالا جائے معلوم نہیں ہوگا۔

بعد ازاں مولوی صاحب نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کی تعریف بیان کی اور کہا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ بہت ہی اعلیٰ مقام پر فائز تھے شاید ظاہری طور پر بادشاہ (سعد) کی تعریف کرتے ہوں اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے مشغول ہوں یہ صرف اپنا حال مخفی رکھنے کے لیے کرتے ہوں اور یہ بہت ہی بلند مقام ہے۔ جیسا کہ حضر سیدنا ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ فوج سے متعلق غور وفکر نماز میں کرتے جبکہ ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوتے تھے۔

آپ کی کسر نفسی

بعد ازاں آپ نے از روئے کسر نفسی اور اپنا حال پوشیدہ رکھنے کے لیے اس بات کی مثال دی اور فرمایا ہم سے بطور عادت نماز کے قولی اور فعلی ارکان ادا ہو جاتے ہیں اور اولیاء اللہ رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین سے ارکان نماز حقیقتاً ادا ہوتے ہیں کیونکہ اولیاء محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کے حال کا محافظ ہے شیطانی خطرات وہاں داخل نہیں ہو سکتے بخلاف ہمارے حال کے ہم معمولی خطرے کی وجہ سے برہم ہو جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ تین امور کے پابند ہیں۔

(۱) ظاہری انتظام (۲) اداءِ صلوۃ
(۳) بحضور باطن

اور ہم لوگ صرف ادائے نماز پر مامور ہیں فقط

اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے ظاہری اور باطنی انتظامی امور سخت ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادہ استعداد عطا فرمائی ہے اور ان کے حال کا محافظ بھی بنا بخلاف ہمارے حال کے۔

پچاس ہزار دینار کی خریداری

دریں محل اس غلام نے عرض کی کہ رشحات میں حضرت بہاؤ الدین

نقشبندی قدس سرہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے تقریباً پچار ہزار دینار کی خریداری کی اور اس دوران وہ ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوا (وہچنیں باخدا مشغولی داشت)۔

جوتے خون سے بھر گئے

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت حضرت صاحب تونسوی کی ملاقات کا قصہ بیان فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ:

"جس زمانے میں حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا تو میں یہاں تونسہ شریف سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوا اس وقت میں نے نیا جوتا پہنا ہوا تھا راستے میں میرے دونوں پاؤں اس قدر زخمی ہو گئے تھے کہ میرے دونوں جوتے خون سے بھر گئے اور خون زمین پر گرتا تھا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پاؤں کی جگہ کی زمین خون سے آلودہ تھی آخر بہت جلد میرے دونوں پاؤں کے دونوں ناخن بھی پاؤں سے الگ ہو کر زمین پر گر پڑے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی"۔

فائدہ

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا تمام کام

تعلق اور جذبہ نسبت پر موقوف ہیں۔ یعنی جتنا تعلق اور جذبہ عشق قوی ہوگا اسی قدر انوار و تجلیات الٰہی کی بارش زیادہ ہوگی اسی کے مطابق آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی۔

حکایت

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی زبان درفشاں سے بارہا مرتبہ یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ "کسی ملک میں ایک مسلمان بادشاہ نے کفار کے ایک شہر کو فتح کیا اور اسی شہر میں اس قوم کفار کا معبد (عبادت خانہ) تھا اس بت خانے میں بہت سے لوگ بتوں کے سامنے مراقبے کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ اسلام نے اپنے فوجیوں کو ان کے قتل کا حکم دیا۔ بادشاہ کے لشکریوں نے وہاں جا کر ان کو تلواروں اور دوسرے آلات قتل سے مارنا شروع کیا جس قدر بھی ان کو مارتے لیکن ان کے جسموں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا آخر یہ قصہ کسی بزرگ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان بتوں اور پجاریوں کے درمیان کوئی پردہ لٹکا دو تا کہ تمہاری تلواریں اثر کریں بادشاہ کے لشکریوں نے اس بزرگ کے حکم کے مطابق ان پجاریوں اور ان کے بتوں کے درمیان پردہ لٹکایا تو اسی وقت ان تمام پجاریوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ تمام اثر تعلق اور نسبت کا تھا ان کی ذاتیں ان بتوں کے ساتھ عین سنگ (پتھر) ہوگئی تھیں۔ جب حجاب ان کے درمیان حائل ہوا تو ان کا تعلق منقطع ہوگیا اس لئے وہ قتل ہوگئے۔

انسان کامل

ایک دن اولیاء اللہ کے متعلق بات ہو رہی تھی حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ میاں صاحب حاجی پور والے (حضرت خواجہ نور محمد صاحب نارو والا) خلیفہ حضرت قبلہ عالم صاحب مہاروی رضی اللہ عنہما حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے وصال سے تین سال قبل وفات پائی۔ آپ کی وفات کی خبر حضرت قبلہ عالم غریب نواز کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے بہت افسوس کیا اسی دوران کسی شخص نے عرض کیا کہ میاں صاحب حاجی پور والے بڑے صاحب کمال اور کامل انسان تھے آپ نے کچھ نہ فرمایا اس آدمی نے دوبارہ کہا کہ میاں صاحب رضی اللہ عنہ کامل انسان تھے بعدہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

> "میں نے انسان کامل صرف اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور کسی کو نہیں دیکھا ہاں میاں صاحب نیک آدمی تھے"۔

عشق نہیں تو کچھ نہیں

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے مولوی خدا بخش صاحب سے پوچھا کہ میاں حامد صاحب (یعنی آپ کے پوتے حضرت خواجہ محمد حامد صاحب علیہ الرحمتہ) نے کتاب گلستان شاید تیسرے باب سے باب عشق تک مکمل پڑھ لی ہے۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ کی گفتگو کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے گلستان کے تین ابواب میں عشق (حقیقی) کا کہیں کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ آپ نے اپنی پہلی گفتگو کے متصل یہ فرمایا ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے اپنی پوری کتاب کو وعظ ونصائح سے بھر دیا ہے لیکن جو تمام اشیاء کا اصل ہے یعنی ''حضرت عشق'' اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

جب حضرت عشق آتا ہے تو تمام امور از قسم عبادات وریاضات، عدل وانصاف اور توبہ وتقوی خود بخود آجاتے ہیں کیونکہ یہ تمام عشق کے تابع ہیں جب عشق نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا ہر شخص کا اپنا اپنا مذاق ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا مذاق وعظ ونصائح ہے اور مولانا روم علیہ الرحمتہ کا مذاق ''عشق'' ہے۔

آپ نے فرمایا وہ اپنے کلام کو جس قدر بھی ادھر ادھر گھماتے پھراتے ہیں لیکن آخر میں رجوع ''حضرت عشق'' کی طرف کرتے ہیں۔ مذاق مولانا جامی علیہ الرحمتہ بالکل علیحدہ ہے ان کے کلام میں زیادہ تر ''وحدت الوجود'' کا ذکر ہے۔

ایک دن ادب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضور ثانی کریم غریب نواز نے ارشاد فرمایا تمام کام کی اصل عشق ہے۔ جس قدر حضرت عشق زیادہ ہوگا اسی قدر ادب بھی زیادہ ہوگا۔

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا آج سردار بیگ خلیفہ شاہ صاحب جو حیدر آباد سے آیا ہوا تھا نے بہت ہی عمدہ وجد کیا جیسا کہ کتابوں میں لکھتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ وہ ہوش میں تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے مناسب وقت میں حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(۲) دوم یہ کہ مناسب کلام کے موقع پر کھڑے ہوتے اور سماع میں لذت وذوق پاتے کیونکہ وہ صوفی سخن دان بھی ہے۔

بعدازاں آپ نے سردار بیگ موصوف کی دوبارہ تعریف کی اور فرمایا کہ آدمی تارک و باوقات نیز باشد مگر اس قدر ہے کہ "کدام زنی بیگم راہمراہ خودآوردہ ہرچند کہ انسان درمیان آتش پنبہ احتیاط کند تاہم اثر میکند (انسان جس قدر آگ اور روئی کے درمیان احتیاط کرے تاہم اثر ضرور پہنچتا ہے)

یعنی: قرب مرد بازن بمنز له قرب آتش است با پنبه هر چند که دران احتیاط کر ده آید تاهم آثر آتش به پنبه میر سد۔

ترجمہ: کسی مرد کا کسی عورت کے قریب ہونا ایسا خطرناک ہے جیسے آگ کا روئی کے قریب ہونا۔ جس قدر آگ اور روئی کے درمیان احتیاط کی جائے تاہم آگ کا اثر روئی تک پہنچے گا۔

ایک دن حضرت ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے میاں سردار بیگ حیدرآبادی سے فرمایا کہ کیا کل صبح جانا چاہتا ہے۔ سردار بیگ نے عرض

کیا کہ جی ہاں حضور! کل چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا دل تو چاہتا ہے کچھ دن اور ٹھہر جاتے لیکن تم بھی مجبور ہو کیونکہ تمہارے دوسرے ساتھی جا رہے ہیں، مگر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کے ایام میں ضرور آنا سردار بیگ نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عرض بحضور قبلہ عالم رضی اللہ عنہ

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے اسی بات کے مطابق ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال سے دو سال قبل صاحبزادہ خواج محمود صاحب علیہ الرحمتہ نبیرہ (پوتا) حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ یہاں تونسہ شریف تشریف لائے تھے جب واپس گھر جانے لگے تو حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا:

> ''صاحبزادہ صاحب جی! جس وقت حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر جاؤ تو اس بندہ کی طرف سے قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ بندہ کی بڑی آرزو خواہش ہے کہ بندہ کو اپنی زیارت کا شرف بخشیں۔ بندہ کمزوری و ضعیفی کے سبب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر مجھے ایک میل گھوڑی پر سوار ہونے کی طاقت ہوتی تو میں ضرور حاضر ہوتا لیکن کیا کروں میں مجبور ہوں۔''

صاحبزادہ صاحب! یہ تو پانی کا دریا ہے اگر۔۔

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ ایک سال عین ماہ ساون میں حضرت صاحب رضی اللہ عنہ حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے تشریف لے جارہے تھے دریا میں طغیانی کے سبب ملتان شریف کے اردگرد چار چار کوس تک پانی کھڑا تھا۔ جب حضرت صاحب حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ کی مزار مبارک پر پہنچے تو صاحبزادہ میاں نور احمد صاحب فرزند حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس سال تو راستے میں پانی بہت زیادہ تھا، آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟

حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ

''صاحبزادہ صاحب ! شما چہ فرمائید ایں دریائے آب بود اگر دریائے آتش بودے ہم نماندی''۔

یعنی: صاحبزادہ صاحب! آپ نے کیا فرمایا ہے یہ تو پانی کا دریا تھا اگر آگ کا دریا ہوتا تو تب بھی ہم نہ رکتے''۔

جب حضور ثانی کریم غریب نواز نے یہ فوائد بیان کرنے کے بعد سردار بیگ کے ساتھ آئے ہوئے قوال کو اشارہ فرمایا کہ کوئی غزال پڑھو۔ اس وقت سردار بیگ موصوف نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب کو ایک دن حال (وجد) آیا ہوا تھا چنانچہ اس کی نمازیں بھی فوت ہوگئی تھیں، اسی بیخودی کی حالت میں اس نے ایک غزل لکھی ہے، اگر آپ کی مرضی مبارک ہو تو قول پڑھیں۔

آنکھوں سے خون جاری ہونا

ہمدر یں محل حضور ثانی کریم غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دن حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر بے خودی کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ کی ہر دو چشم مبارک سے خون جاری ہو گیا تھا اور کوئی حس و حرکت باقی نہیں رہی تھی یہ بخودی کی حالت کافی دیر تک رہی۔ اس وقت میاں نور احمد صاحب بن حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ موجود تھے آپ نے نواب غیاث الدین خان کو بلوایا کیونکہ وہ ایک نبض شناس آدمی تھا جب نواب صاحب مذکور نے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی نبض ملاحظہ کی تو کہا کہ "صاحبزادہ صاحب! حضرت صاحب کا بعینہٖ حضرت خواجہ قطب الدین صاحب والا حال وقضیہ ہے جو حالت سماع میں جام شہادت نوش فرمایا تھا کیونکہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی نبض میں کوئی حرکت محسوس نہیں ہوتی لہٰذا تجہیز و تکفین کی تیاری کریں۔

آخر اسی دوران جب دوبارہ نبض ملاحظہ کی گئی تو آپ کی نبض مبارک میں قدرے حرکت محسوس ہوئی القصہ آہستہ آہستہ آپ کے تمام جسم مبارک میں حرکت محسوس ہونے لگی اور آپ ہوش میں آ گئے۔ محض بیٹھتے ہی آپ نے فرمایا کہ کسی نماز کا وقت گزرا ہے یا نہیں اور میرے پاؤں حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے مزار کی طرف تو نہیں ہوئے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاؤں مبارک حضرت قبلہ عالم صاحب کے مزار کی طرف نہیں ہوئے اور نہ کسی نماز کا وقت گزرا ہے، آپ نے فرمایا الحمدللہ۔

فائدہ

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے مولوی فتح محمد صاحب شاہ والا سے بھی اسی مضمون کی ایک حکایت سنی تھی مگر کچھ فرق ہے۔مولوی صاحب مذکور نے کہا تھا کہ:

"ھر چشم مبارک حضرت سرخ و واژ گون بر آمده همچنان کشاده بودند اگر مگس بران نشستے همپلک خود رانمی زدند".

یعنی: حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی دونوں چشم مبارک مردوں کی طرح ایسی کشیدہ تھیں کہ ان میں پلک زدن کی طاقت نہیں تھی مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اس بے خودی کی حالت میں آپ کا سر مبارک حضرت حافظ جمال اللہ صاحب ملتانی رضی اللہ عنہ کے زانو مبارک پر تھا اور آپ کے پاؤں مبارک حضرت قاضی عاقل محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے زانو مبارک پر تھے اور دونوں بزرگ آپ کے ہاتھ اور پاؤں کی تلیوں کی مالش کرتے رہے اور صاحبزادہ میاں نور احمد صاحب قدس سرہ آپ پر بادکشی کرتے رہے یہاں تک کہ آپ بیخودی کی حالت سے بیدار ہو گئے۔ نیز میں نے شیخ غلام رسول صاحب سے بھی اسی طرح سنا ہے شیخ صاحب مذکور نے فرمایا کہ میں نے یہ بات حضور ثانی کریم غریب نواز سے اسی طرح سنی تھی شاید آج آپ نے اس کو مختصر کیا ہے۔

ایک دن بات ہو رہی تھی کہ تمام کام اپنے وقت پر ہوتے ہیں۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک مولوی صاحب سکنہ آوان کاری) جو ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا مرید تھا کھترانوں کے علاقے میں ملا ئیت (بچوں کو تعلیم قرآن مجید اور امامت) کرتا تھا اور کسی عورت سے شادی بھی کر لی تھی۔ آخر الامر یہ کہ ایک دن چوڑ نام کا ایک شخص کھتران جو اسی قوم کا سردار بھی تھا۔ اس کی نظر مولوی صاحب مذکور کی بیوی پر پڑگئی۔ مولوی صاحب کی بیوی بہت ہی خوب صورت تھی۔ سردار موصوف کی بیوی پر عاشق ہوگیا۔ آخر ایک دن اس سردار نے مولوی صاحب کو ناحق قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جب یہ خبر حضرت صاحب تک پہنچی تو آپ نے خاموشی اختیار کی اور کچھ نہ فرمایا۔ اس بات کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن کھتران قوم کے تین آدمی یہاں تونسہ شریف آئے اور حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے بذات خود ان سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ قصبہ "وھوا" کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ ان سے پوچھا کہ کیا اسی راستہ سے واپس آؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اسی راستہ سے واپس آئیں گے۔ حضرت صاحب نے فرمایا بہت اچھا لیکن مجھ سے ملاقات کر کے جانا۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ تین آدمی "وھوا" سے واپس لوٹے تو حضرت صاحب کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔اس وقت آپ نے ان سے فرمایا:

''چوڑ را بگوئید کہ آن وقت نبود کہ تو مرید مرا کشتی الحال وقت آمدا گر فرزند پدر ہستی مضبوط شو''۔

یعنی: چوڑ سے کہنا جب تو نے میرے مرید کو قتل کیا تھا وہ وقت مناسب نہیں اب وقت آ گیا ہے اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہے تو تیار ہو جا۔

پھر وہ تینوں آدمی رخصت ہو کر چلے گئے چند دنوں بعد اسی قوم کھتران میں آپس کی دشمنی بھڑک اٹھی اور آپس میں قتل و غارت شروع ہوئی یہاں تک کہ سینکڑوں افراد آپس کی جنگ میں مارے گئے اور چوڑ نام کا مذکور سردار بھی اپنے تمام رشتہ داروں سمیت اس جنگ و جدال میں قتل ہو گیا اس کی اولاد اور دوسرے رشتہ داروں میں سے صرف دو تین آدمی نام لیوا باقی بچے تھے مگر وہ بھی اپنے علاقے سے فرار ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر در بدر پھرتے تھے بلکہ ان کی تمام قوم کھتران اس واقعہ کے سبب کئی سال تک اپنے علاقہ سے بھاگ گئی تھی اور در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی رہی۔مزید یہ کہ اسی دوران مری قوم جو بہت ہی سرکش و جنگجو لوگ ہیں ان پر حملہ کیا ان کا علاقہ اور جائدادیں تباہ و برباد کر کے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ

ہمدریں محل مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ اپنے ابتدائی دور میں رہزنی کرتے تھے۔ایک رات آپ برسرِ راہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک قافلہ آ گزرا اس قافلہ والوں میں سے

ایک شخص نے یہ آیت پڑھی۔

آیت

﴿الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ.﴾

جب اس آیت کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے اسے پکڑلیا اور فوراً تائب ہو گئے۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ احمد جام صاحب قدس سرہ کا بھی جب وقت قریب آ پہنچا تو اپنے فعل سے توبہ کی۔

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا آج ایک سوداگر قوم شیخ سکنہ قصبہ موسیٰ زئی جو مشہد مقدس سے آیا ہے اور حضرت علی موسیٰ رضا قدس سرہ (جو بارہ اماموں میں سے ہیں) کے مزار مقدس کے اوصاف بیان کیے اور کہتا تھا کہ ان کے مزار مبارک پر سونے اور چاندی کا بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اور وہاں لوگ حد سے زیادہ ان کے معتقد ہیں اور ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے چنانچہ ہر وقت تقریباً دو تین ہزار آدمی دور دراز علاقوں کے وہاں موجود ہوتے ہیں اور مشہد شہر کے لوگ ان کے علاوہ ہوتے ہیں اور ایک زنجیر بھی آپ کے مزار کے گرد رکھی ہوئی ہے۔ ہر قسم کا مجرم یعنی قاتل وغیرہ اگر اس زنجیر کے احاطے میں آجائے تو اسے وہ جرم معاف ہے یعنی امن میں آ گیا مگر وہاں کے تمام زائرین شیعہ لوگ ہیں۔

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے اسی حکایت کے مطابق ارشاد فرمایا کہ:

''در چشت گرد مزارات خواجگان ما نیز زنجیر یست ہر مجرمی
کہ دروی آید امن میشود وہیچ کس برو تعرض نمی کند''۔

یعنی: چشت شریف میں ہمارے خواجگان کے مزارات کے گرد بھی زنجیر ہے جو مجرم اس احاطے میں آیا امن میں آ گیا کوئی شخص کسی قسم کا تعرض نہیں کرسکتا مگر اب وہاں فرق آ گیا ہے، اس لئے کہ وہاں سجادہ نشین کا ادب نہیں کرتے۔

خانہ کعبہ اور ابو یوسف چشتی

ہمدر یں محل مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ خواجگان چشت بہت ہی طاقتور، صاحب تصرف اور حاکم وقت تھے چنانچہ کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو یوسف چشتی قدس سرہ خانہ کعبہ پہنچے تو بیت اللہ شریف اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت ابو یوسف چشتی قدس سرہ کا طواف کیا اور اپنی جگہ پر واپس چلا گیا بعدہ حضرت صاحب موصوف نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس معاملے کو حرم پاک میں موجود تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر خانہ کعبہ اپنی جگہ پر موجود نہ ہو تب بھی اس جگہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر فقہاء کرام نے یہ صورت حال اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہوتی قبول نہ کرتے۔ اسی دوران آپ نے خواجگان چشت کی تعریف کی اور ارشاد فرمایا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ نفحات الانس میں خواجگان چشت کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

''چشتیاں باخدایار واز ہمہ خلق بیزار و چشتیاں ہمہ چنیں بودند''۔

یعنی: چشتیوں کی اللہ تعالیٰ سے دوستی اور دوسری تمام مخلوقات سے بیزار ہوتے ہیں اور تمام چشتی اسی طرح تھے۔

اس وقت مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ مولانا جامی علیہ الرحمتہ نے یہ قول حضرت شیخ الاسلام سے نقل کیا ہے اور چشتیوں کی تعریف میں یہ بھی فرمایا ہے کہ

''چشتیاں بے باک و در کار خود چالاک''

یعنی: چشتی بے خوف اور اپنے کام میں ہوشیار ہوتے ہیں۔

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کی دعوت

ایک مرتبہ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ پاکپتن شریف کے سفر کے دوران ایک جگہ منٹگمری (موجود ساہیوال) میں ٹھہرے ہوئے تھے بوقت دو بجے خدام دستر خواں لے آئے۔ اسی دوران حضرت بابا صاحب گنج شکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا۔ اس غلام (جامع الملفوظات) نے عرض کیا کہ میں نے سلسلہ نقشبندیہ کی کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ:

''ایک دن حضرت بابا صاحب قدس سرہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ کی دعوت پران کے ہاں مہمان تھے حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ ہماری دعوت تو سماع ہے کوئی سا سماع چاہیے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنا آدمی بھیج کر قوالوں کو بلوایا۔ قوال حاضر ہو گئے اور محفل سماع شروع ہوئی حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی محفل سماع سے

اٹھ گئے اور یکسو ہو کر تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران حضرت باباصاحب قدس سرہ کو حالت وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ نے حالت وجد میں اپنا رخ مبارک حضرت غوث بہاؤ الحق صاحب کی طرف کر کے فرمایا کہ:

"بجنب اے سھر وردی"

یعنی: اے سہروردی وجد کرو۔

حضرت بہاؤ الحق صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"نجنبد سھر وردی تا نجنبد عر ش و کرسی"

یعنی: جب تک عرش و کرسی وجد نہیں کریں گے سہروردی وجد نہیں کرتا۔

پھر حضرت باباصاحب قدس سرہ نے اپنا چہرۂ انور آسمان کی طرف کیا اور فرمایا

"بجنب اے عر ش و کرسی"

یعنی: اے عرش و کرسی وجد کرو۔

پھر اسی دوران حضرت بہاؤ الحق صاحب رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن مجید سے اٹھے اور بے اختیار رقص و وجد کرنے لگے۔

یہ بات سننے سے حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ کو بے حد جوش و جذبہ آیا اور کچھ دیر تک اپنی دونوں چشم مبارک کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اوپر سے پکڑے رہے۔ بعد ازاں آپ نے اپنا سر مبارک نیچے جھکایا۔ اسی دوران صاحبزادہ محمود صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا اگر اس دفعہ حضرت بہاؤ الدین صاحب قدس سرہ اپنی جگہ سے نہ اٹھتے تو معاملہ اللہ تک پہنچتا۔

فائدہ

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت بابا صاحب اور حضرت بہاؤالحق صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حضور ثانی کریم غریب نواز کو ایسی پسند آئی تھی کہ آپ نے کئی بار اس کا ذکر فرمایا۔

آدمیوں کا عجائب گھر

ایک روز حضور ثانی کریم غریب نواز خانقاہ شریف کے دروازہ سے مسجد شریف کی طرف نماز مغرب کے لئے باہر تشریف لائے تو اچانک آپ کی نظر مبارک حاجی ٹٹیل پر پڑی تو دیکھا کہ وہ اپنی نفس کشی کیلئے اپنے آپ کو ڈنڈوں سے زور زور سے مار رہا تھا۔ یہ اس کا روزانہ رات دن کا معمول تھا۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ شہنشاہوں اور سلاطین کے عجائب خانوں میں طرح طرح کی قیمتی اشیاء ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بادشاہ یعنی حضرت فخر الاولیاء سلطان المتوکلین خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ کے آستان پر آدمیوں کا عجائب گھر ہے یہاں ہر قسم کے آدمی موجود ہیں اور حاجی مذکور کی طرف اشارہ فرمایا آپ نے چند دوسرے آدمیوں کو بھی یاد کیا۔ بعدۂ آپ نے فرمایا ڈنڈوں سے اپنے آپ کو مارنا نفس کشی کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ نے یہ بیت بھی پڑھا۔

ہیچ نکشد نفس راجز ظل پیر
دامن این نفس کش راسخت گیر

یعنی: پیرومرشد کے زیر سایہ رہے بغیر نفس کشی کسی شخص نے نہیں کی اس "نفس کش" (پیرومرشد) کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔

ذکر حضرت منصور علیہ الرحمتہ

ہمدر یں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا حضرت منصور علیہ الرحمتہ کا نفس اور شیطان دونوں دو کمزور و لاغر کتوں کی شکل و صورت میں ان کے ہمراہ گھومتے تھے۔ اسی دوران مولوی یار محمد بنڈی والے نے عرض کیا کہ ایک دن حضرت منصور صاحب علیہ الرحمتہ کسی کے ہاں مہمان تھے۔ میزبان شخص نے حضرت منصور علیہ الرحمتہ کے ان دو کتوں کی بہت ہی خدمت گزاری کی جب حضرت منصور علیہ الرحمتہ وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی شخص نے اس مہمان نواز سے پوچھا کہ آپ نے دو کتوں کی بہت زیادہ خدمت کیوں کی ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ کیا تم ان کتوں کو نہیں جانتے۔ ان میں ایک حضرت منصور علیہ الرحمتہ کا نفس اور دوسرا شیطان ہے۔ میں ان کی خدمت گزاری کیوں نہ کرتا۔

گوہر فقیر

ایک دن گوہر فقیر کو جنون کا دورہ پڑا چنانچہ اس کی عادت تھی کہ مہینہ میں ایک مرتبہ اسے جنونی دورہ ہوتا تھا۔ ان ایام میں لایعنی اشعار وغیرہ کہتا رہتا اور کھانے پینے کی اسے کوئی خبر نہیں ہوتی تھی۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت

صاحب کی جگہ (آستانہ عالیہ سلیمانیہ) لوگوں کا عجائب گھر ہے یہاں ہر قسم کے آدمی موجود ہیں آپ نے گوہر فقیر اور حاجی ٹٹیل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ایسے شخص دنیا میں کسی نے نہیں دیکھے ہوں گے۔ صاحب علم، عقلمند اور ہوشیار ہونے کے باوجود شب وروز اپنے آپ کو ڈنڈوں سے مارنا اور کہنا کہ میں اپنے نفس کو مارتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نفس کشی کم کھانے سے ہوتی ہے یا ڈنڈے مارنے سے یہ سب نفس کا شر ہے اور کچھ نہیں۔

حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا کلام

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی ہر بات جامع معنی ہوتی تھی آپ کا وہ کلام جو اکثر وبیشتر فرماتے رہتے تھے وہ یہ ہے۔

"اللہ ہاتھوں نہ چھوڑے"

یعنی: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

دوسرا یہ فرماتے کہ:

"اللہ تعالیٰ دہاڑی نفس دی کنوں امان ڈیوے"

یعنی: اللہ تعالیٰ نفسانی خواہشات کے حملے سے محفوظ رکھے۔

لاہور کے دو درویش

ایک دن بات ہو رہی تھی کہ ہر کام عقیدے اور گمان کے مطابق ہوتا

ہے۔ حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص سے سنا ہے کہ لاہور میں دو درویش رہتے تھے ایک ہمیشہ ہنستا رہتا تھا لوگ اسے ہنسو کہتے تھے اور دوسرا درویش ہمیشہ روتا رہتا تھا ایک دن ان دونوں بزرگوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ رونے والے درویش نے ہنسنے والے سے کہا کہ

"هسو اهنسنا چھوڑدے رونے کی دھر جیت کسے
نہ پایا ھس کر یار پیارا میت.

ہسو درویش نے جواب دیا کہ:

"رونا ہنسا ایک ہے مت کوئی جانے دو، کسی نے پایا ہنس کر کسی نے پایا رو کر"۔

وحی کا انتظار

ہمدریں محل مولوی یار محمد بنڈی والے نے عرض کیا کہ میں نے اس طرح سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں نبی ہمزمان تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت مبارک یہ تھی کہ ہمیشہ مسکراتے رہتے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہمیشہ روتے رہتے۔ ایک دن ان دونوں نبیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا آپ کو کیا پریشانی ہے ہمیشہ روتے رہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کیوں ہے؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ کیوں ہنستے رہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے نہیں ہو اور اس سے بے خوف ہو کر ہنستے ہو۔ ہر

ایک نے اپنے اپنے دلائل دیے۔ آخرالامر دونوں پیغمبر علیہما السلام وحی کا انتظار کرنے لگے۔ آخر اسی دوران وحی نازل ہوئی کہ

"انا عند ظن عبدی بی"

یعنی: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔

آخرکار اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ظلم وستم سے رہائی دی اور آسمان پر لے گئے۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کفار کے ہاتھوں رتبہ شہادت کو پہنچے۔

حدیث شریف

دریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ ظن کہاں ہے اور آپ نے حدیث شریف پڑھی۔

"لا تتحرک ذرہ الا باذن اللّٰہ"

بعدہ آپ نے یہ بیت بھی پڑھا۔

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خندان است

بعندلیب چہ فرمودۂ کہ گریان است

یعنی: تو نے پھول کے کان میں کیا بات کہی ہے کہ ہنستا ہے۔

اور بلبل سے کیا فرمایا ہے کہ روتی ہے۔

دریں محل مولوی یار محمد نے پھر عرض کی کہ کتابوں میں لکھتے ہیں کہ

"بندہ دراختیار بےاختیاراست"

یعنی: آدمی کسی سے محبت کرنے میں بےاختیار ہے۔

دریں محل بندہ راقم الحروف نے عرض کیا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے بھی اس مدعا کو اس رباعی میں پیش کیا ہے۔

ہر چند باختیار مشہورم من
و ز مذہب جبر جبریاں دورم من
مہجور ز اختیار مسرورم من
بادعوی اختیار مجبورم من

نوٹ: پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں ''اختیار'' بمعنی عشق و محبت ہے۔ دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ''اختیار'' بمعنی محبوب اور شعر کے دوسرے مصرعے میں ''اختیار'' بمعنی محبت ہے۔

یعنی: عشق و محبت کرنے میں مشہور ہوں میں اور جبری مذہب اختیار کرنے والوں سے دور ہوں میں۔

محبوب سے جدا کیا گیا ہوں خوش ہوں میں۔ اور محبت کرنے کے دعوے میں مجبور ہوں میں۔

یہ دنیا چند روزہ ہے

ایک دن حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوٹہ وال ضلع پشاور کے کسی بزرگ کے مریدوں میں سے ایک مرید میرے پاس آیا اور چند مسائل میرے سامنے پیش کیے اور کہا کہ کوٹہ وال کے ملائی (بزرگ) ان مسائل کے مطابق عقیدہ رکھتا ہے اور کہا کہ ''آخوند سواتی'' اسے ان مسائل پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے کافر کہتا ہے اور میں ان کا

مرید ہوں۔آپ اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں؟
اگر فی الواقع ان مسائل پر اعتقاد کی وجہ سے کوٹہ وال بزرگ کافر ہے تو کیا میں ان سے اپنی بیعت توڑ کر مرتد ہو جاؤں یا بیعت کو اپنے حال پر رہنے دوں؟
حضور ثانی کریم غریب نواز نے فرمایا کہ
"من انشخص را دشنام دادم و گفتم."
یعنی: میں نے اس آدمی کو گالی دی اور کہا کہ "اے کمبخت! تم نے اس سلسلے میں بیعت ہونے سے پہلے تحقیق کیوں نہیں کی تھی کہ وہ شخص مسلمان ہے یا کافر، اب بیعت ہونے کے بعد تمہارے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کی عیب جوئی کرتا پھرے۔ جب کوئی شخص کسی پیر کا بیعت ہو جاتا ہے خواہ وہ نیک ہے یا بد پھر اسے بیعت توڑنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا چند روزہ ہے بہر طور گزر جائے گی اور گزار لے۔ کل بروز حشر ہر شخص جیسا ہے معلوم ہو جائے گا کیا تو نے دیکھا نہیں ہے اگر کسی شخص کا کسی بدصورت عورت سے نکاح ہو جائے تو وہ اس چند روزہ دنیا میں اس کے ساتھ گزارتا ہے۔اب تم اپنے پیر کے ساتھ کیوں نہیں گزار سکتے؟

مرید کا خلوص اللہ تعالیٰ کو پسند آیا

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے اس حکایت کے مطابق یہ بات ارشاد فرمائی کہ جس وقت شیخ صنعان نے اپنے گلے میں زنار ڈالا (یعنی وہ دھاگا جو ہندو لوگ اپنے گلے میں پہنتے ہیں) تو اس وقت

ان کے ساتھ مریدوں کے علاوہ ساٹھ ستر خلفاء تھے۔ شیخ صاحب نے ان سے فرمایا ''اس وقت تم سب کے سب اپنے اپنے کام کے لیے چلے جاؤ کیونکہ یہاں پر تمہارے دین وایمان کے حصول کا مقصد ختم ہوگیا ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ اب تم اپنے مقصود کے حصول کیلئے یہاں سے چلے جاؤ۔

بعدہ شیخ صاحب کے تمام مریدین وخلفاء منتشر ہوکر مختلف اطراف میں چلے گئے مگر ان کا ایک مرید نہ گیا شیخ صاحب کے ساتھ بیٹھا رہا شیخ صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں گئے؟ اس مرید نے عرض کیا کہ

''اے شیخ! من نہ طالب دین ہستم ونہ طالب ایمان ہستم من محض عاشق وطالب ذات توام دیگر مر اہیچ در کار نیست''۔

یعنی: اے شیخ! میں نہ طالب دین ہوں اور نہ ہی طالب ایمان ہوں۔ میں تو صرف آپ کی ذات کا طالب و عاشق ہوں اور کوئی چیز مجھے ضرورت نہیں ہے۔

شیخ صاحب کے مرید کی یہ بات اور صدق وخلوص حق تعالٰی کو اس قدر پسند آیا کہ اسی وقت شیخ صاحب کی تمام تقصیرین اور گناہ معاف فرمادیئے اور دونوں بزرگوں کے مراتب پہلے سے بھی زیادہ بلند فرمادیئے۔

مولوی امام الدین کا ارتداد

ہمدریں محل آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی امام الدین صاحب باوجود اس کے کہ وہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ سے مجاز بیعت تھا لیکن

حضرت قاضی محمد عاقل صاحب رضی اللہ عنہ کے صرف علم ظاہری پر عاشق ہو کر ان کا مرید ہو گیا اور حضرت صاحب رضی اللہ عنہ سے بیعت توڑ دی اور اسے اس کی بالکل کوئی خبر نہیں تھی کہ علم باطنی کے سامنے علم ظاہری کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ علم ظاہر کسبی ہے جو کسی انگریزی اسکول وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے بخلاف علم باطنی کے۔

الغرض مولوی شہسوار اور دوسرے احباب نے مولوی امام الدین کو بہت ملامت کی اور کہا کہ تم نے حضرت صاحب کے علم ظاہری میں کس چیز کی کمی دیکھی ہے۔ وہ جواب میں کہتا کہ بے شک حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا علم ظاہری بہت اچھا ہے مگر قاضی صاحب علم ظاہری میں بڑی قدرت رکھتے ہیں۔

دو ملا مرغی حرام

القصہ ایک دن کسی نے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی امام الدین حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کا مرید ہو گیا ہے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ یہ بات سنتے ہی جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ

"مولوی امام الدین دیوانہ ایست کہ خدا را واگزاشت و بدیگر جارفت"۔

یعنی: مولوی امام الدین دیوانہ ہے جو خدا کو چھوڑ کر (پیر و مرشد کو) کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے (کسی دوسرے سے بیعت ہوا ہے)

بعدہ آپ نے اپنا ایک ہاتھ مبارک دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ

"دو ملا مرغی حرام"

یعنی: دومولویوں کے درمیان مرغی حرام ہوگی۔

کیونکہ ایک مولوی کہے گا کہ ایسا کرنا چاہیے اور دوسرا مولوی کہے گا کہ نہیں یوں کرنا چاہیے اسی گفتگو میں مرغی حرام ہوکر مرے گی۔

حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی محض اسی بات سے مولوی امام الدین دیوانہ ہوگیا یہاں تک کہ اس کے پاؤں میں زنجیر ڈالتے تھے۔ جس قدر علاج کرتے مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا۔

صاحبزادہ صاحب مجبور نہ کریں

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت صاحب رضی اللہ عنہ صاحبزادہ میاں نورحسن صاحب فرزند حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہما کی خدمت میں منگھیر شریف گئے ہوئے تھے۔ صاحبزادہ میاں نورحسن صاحب علیہ الرحمتہ نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت! مولوی امام الدین صاحب حد سے زیادہ پریشان حال ہے اگر آپ اس کی تقصیر معاف فرمائیں تو میں اسے حاضر کروں۔ حضرت صاحب ان کی اس بات پر انتہائی جوش میں آگئے۔ محض اس بات کے سنتے ہی کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ جلال کی وجہ سے پاؤں مبارک میں ایک جوتا پہنا اور دوسرا جوتا اسی جگہ چھوڑ کر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ:

"صاحبزادہ صاحب جی! دریں امر بندہ را معاف فرمائید کہ ایں سخن رشد ندارد۔ ازانکہ مولوی امام الدین بمن

یک نوع انگشت نمائی کرده بود من هم چنین میخ
ویر ازدم که ریزه ریزه شده خارج خواهد شد نه سالم".

یعنی: صاحبزادہ صاحب! آپ اس معاملے میں بندہ کو معاف کریں مجبور نہ کریں یہ بات اچھی نہیں ہے کیونکہ مولوی امام الدین نے مجھے ایک قسم کی انگلی دکھائی تھی۔ میں نے بھی اسے ایک ایسی کیل ٹھونکی ہے جو ریزہ ریزہ ہو کر نکلے گی سالم نہیں۔

آخر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے اور مولوی مذکور اسی دیوانگی کی حالت میں فوت ہوا۔ بعدہ مولوی امام الدین کی بیوی اپنے بیٹے محمد علی کے ساتھ جو اس وقت کم عمر تھا یہاں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی تقصیر کی معافی کیلئے ایک عریضہ پیش کیا اس عریضہ میں یہ بیت بھی لکھا ہوا تھا۔

گنہ بود مرد ستمگارہ را
چہ تاوان زن و طفل بیچارہ را

یعنی: گناہ تو مرد ظالم کا تھا لیکن بیچاری عورت اور بچے پر جرمانہ (سزا) کیوں؟

حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو ان کے حال پر رحم آیا اور ان کی تقصیر معاف فرما دی۔ نیز آپ نے مولوی مذکور کے بیٹے سے پوچھا کہ کوئی سبق بھی پڑھتا ہے۔ بچے نے عرض کیا کہ جی ہاں غریب نواز کچھ سبق پڑھتا ہوں۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا سبق پڑھتا رہے اور دعا بھی فرمائی کہ "جاؤ اللہ تعالیٰ تجھے خوشحال رکھے گا۔"

مولوی امام الدین کی تدفین

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ مولوی امام الدین کا مزار و گنبد (روضہ) حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ شریف کے احاطے میں تعمیر ہوا۔ مولوی مذکور کی اس جگہ تدفین صاحبزادہ میاں غلام فخر الدین صاحب کے ذریعے ہوئی کیونکہ ان کے بیٹے سے اس کی دوستی تھی۔

یہ واقعہ نہ تو کسی نے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو بتایا اور نہ ہی حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ حضرت صاحب کا بسبب کبرسنی (بڑھاپے کی وجہ سے) ان ایام میں مہار شریف کی طرف جانا نہیں ہوا اور نہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کے احاطے میں مولوی مذکور کی تدفین اور تعمیر گنبد نہ ہوتا کیونکہ مولوی مذکور کے فعل سے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کو بیحد جلال آیا تھا۔ اگر اتفاقاً کسی کی زبان پر مولوی مذکور کا نام آجاتا تو حضرت صاحب رضی اللہ عنہ بہت جوش و جلال میں آجاتے اور آپ کے چہرۂ مبارک کی رنگت دگرگوں ہوجاتی تھی اس لیے کوئی شخص اس خوف سے مولوی مذکور کا نام تک اپنی زبان پر نہ لاتا۔

مولوی کی مزار اور سرخ چونٹیاں

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا اگرچہ مولوی مذکور کا مدفن اور گنبد حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کے احاطے میں بنایا گیا ہے مگر اس کے روضے کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے کیونکہ اس کے

روضہ میں سرخ رنگ کی چھوٹی چھوٹی سی چونٹیاں بکثرت پائی جاتی ہیں جو شخص برائے فاتحہ اس کے اندر جاتا ہے وہ چونٹیاں اس پر چڑھ جاتی ہیں اور کاٹتی ہیں، آخرکار وہ بے چارہ زائر بے چین ہوکر باہر واپس آ جاتا ہے۔

ورنہ ان کے منکر نہ ہوتے

ایک دن اولیاء اللہ کے کشف و کرامات کے سلسلے میں بات ہو رہی تھی حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ وہابی (دیوبندی) لوگ اولیاء اللہ کے منکر ہیں کیونکہ انہوں نے اولیاء اللہ دیکھے ہی نہیں ہیں کہ ان سے کشف و کرامات کیسے صادر ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کے منکر نہ ہوتے اب چونکہ تمام اولیاء اللہ مخفی ہو گئے ہیں اس لیے وہابی لوگ منکر ہیں اور آپ نے یہ بیت بھی پڑھا۔

گر نبو دی واقفان امر کن
از جہاں گم گشتہ بو دی ایں سخن

یعنی: اگر امر کن کے واقفین (اولیاء اللہ) نہ ہوتے تو جہاں دنیا سے بات گم ہو گئی ہوتی۔

یعنی: چونکہ اس وقت امر کن کے جاننے والے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور یہ لوگ بھی منکر ہو گئے۔

پیر پٹھان اور مولانا روم رضی اللہ عنہما

ہمدریں محل حضرت فخر الاولیاء سلطان التوکلین خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ کے کشف و کرامات، کیفیت ظہور خرق عادات اور حالات و

مقامات علیا کا ذکر ہوا تو حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ مولوی دیدار بخش نے کہا ہے کہ حافظ محمد علی شاہ صاحب خیرآبادی علیہ الرحمۃ کو مثنوی شریف سے بہت محبت تھی اور اکثر اوقات اس کا مطالعہ کرتے رہتے اور فرماتے تھے کہ مولانا روم علیہ الرحمتہ سے مجھے روحانی فیض بھی حاصل ہے اور مولانا روم نے مجھے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''تم جاؤ حضرت فخر الاولیاء خواجہ تونسوی قدس سرہ سے بیعت ہو کر ان کے سلسلے میں داخل ہو جاؤ''۔

اس لیے بندہ (محمد علی شاہ) ان کا مرید ہو کر ان کے حلقۂ غلامی میں داخل ہوا ہے۔ مولوی مذکور نے کہا کہ ایک دن میں نے محمد علی شاہ صاحب سے پوچھا کہ ہمارے حضرت صاحب یعنی خواجہ تونسوی اور مولانا روم صاحب رضی اللہ عنہما کے درمیان کیا فرق ہے؟ میرے اس سوال سے حضرت شاہ صاحب نہایت ہی رنجیدہ و پریشان ہوئے اور فرمایا کہ ایسے سوال کرنے سے تو مجھے کافر بناتا ہے۔ آخر کچھ دیر بعد مجھے بلایا اور کہا کہ:

''اے مولوی! ایسی کوئی مشکل نہیں تھی جو میرے درپیش آئی ہو اور میں نے اس کے حل کی مولانا روم سے مدد مانگی ہو اور وہ مشکل حل نہ ہوئی ہو یعنی جب بھی کوئی مشکل مجھے درپیش آئی اور مولانا روم علیہ الرحمتہ سے مدد طلب کی تو فوراً مشکل حل ہو گئی۔

اسی طرح کوئی ایسا کام اور مشکل نہیں تھی جو بندہ کے سامنے آئی ہو اور میں نے حضرت خواجہ تونسوی قدس سرہ کی خدمت میں التجا کی ہو اور وہ

اپنے انجام کو نہ پہنچی ہو یعنی فوراً مشکل حل ہو گئی مگر ان دونوں بزرگوں کے درمیان اس قدر فرق ضرور ہے کہ مولانا روم علیہ الرحمتہ کسی کام اور مشکل کو اپنی توجہ سے حل فرماتے ہیں اور ہمارے حضرت صاحب یعنی خواجہ تونسوی پیر پٹھان قدس سرہ اس مشکل کو ہنستے مسکراتے حل فرماتے ہیں۔

بارش برسنا شروع ہوگئی

ہمدریں محل اسی کے مطابق آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک سال ملک بہت سخت خشک سالی تھی (بارشیں نہیں ہو رہی تھیں) چشتیاں شہر کے لوگ مرد و عورتیں جمع ہو کر بارش کی دعا طلبی کیلئے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی۔ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے خوش طبعی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فلاں بوڑھی عورت کے سر کے بال گوندھ کر جوڑا بنالیں فوراً بارش آجائے گی۔ چشتیاں شہر کی عورتیں اسی وقت اس بڑھیا کے گرد جمع ہو گئیں اور اسے زبردستی پکڑ کر اس کے سر کے بالوں کو گوندھ کر جوڑا بنایا تو فوراً بارش برسنا شروع ہوگئی دو دن اور دو رات اس عجوزہ (بڑھیا) کے بال نہ کھولے گئے اور بارش اسی طرح برستی رہی، حتی کہ لوگوں کے مکان اور گھر کی دیواریں گرنا شروع ہو گئیں۔ بعدہ جب اس بڑھیا کے سر کے بال کھولے گئے تو بارش برسنا بند ہو گئی۔

یہ دریا غازی خان کا ہے

ہمدریں محل حضور ثانی کریم غریب نواز نے حضرت صاحب تونسوی

رضی اللہ عنہ کا دریائے سندھ کو عبور کرنے کا قصہ جو تمام دنیا میں مشہور ہے بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ اس سال میں بھی حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، جب ہم دریائے سندھ پر پہنچے تو گزرگاہ (پتن) پر کوئی کشتی موجود نہیں تھی کیونکہ حاکم وقت نے تمام کشتیوں کو جبراً پکڑا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت صاحب رضی اللہ عنہ اور تمام درویش ساتھی حیران و پریشان ہوئے کہ اس وقت کیا تدبیر اختیار کی جائے کیونکہ کسی آبادی (گاؤں وغیرہ) میں واپس جانا بھی مشکل اور وہاں ٹھہرنا بھی دشوار۔ آخرالامر یہ ہوا کہ کچھ دیر ہم وہاں ٹھہرے اسی دوران بعض فقراء و درویش نہانے اور کپڑے دھونے کے لیے دریا میں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ دریا کا پانی بالکل گرا ہوا ہے (یعنی کم ہوگیا ہے) یہاں تک کہ پانی لوگوں کی ناف اور کمر تک پہنچتا تھا، آخر درویشوں نے یہ بات حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ اب دریا کا پانی بالکل اترا ہوا ہے۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو دریا عبور کرلیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا ہے عبور کرلیں۔ بعدہ تمام درویشوں نے اپنے تمام سامان اور سواریوں کے ہمراہ دریائے سندھ عبور کیا۔ جب تک تمام درویشوں نے اپنے اپنے مال و اسباب کے ساتھ دریا عبور نہ کیا اس وقت تک حضرت صاحب وہاں بیٹھے رہے اور میں (یعنی حضور ثانی کریم) بھی حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھا رہا۔ بعد ازاں لوگ چند گٹھے گھاس لائے ان کو آپس میں ملا کر باندھا بالکل کشتی کی طرح بنایا اور چند آدمی تیرنے والے بھی آگئے پھر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ اور مجھے ان گٹھوں پر سوار کر کے

دریا عبور کرایا۔ اسی دوران حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے غازی خان نام کے ایک شخص سے خوش طبعی فرمائی کہ

''سبحان اللہ یہ دریا غازی خان کا ہے جو ہمیں راستہ دیتا ہے''۔

غازی خان نے بھی حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی منشا کے مطابق جواب دیا اور عرض کیا کہ جی ہاں غریب نواز دریا کو یہاں کے تمام حالات معلوم ہیں اور ہم اس کے تمام قاعدے قانون سے واقف ہیں۔

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کا مشرب و مذہب ہر چیز میں اخفا و استتار (پوشیدہ رہنا) تھا۔ جو کبھی کشف و کرامت آپ سے ظہور پزیر ہوتی در پردہ ہوتی کسی ظاہری سبب کو بہانہ بنا کر اس کو انجام تک پہنچاتے تھے۔

سرخہ پیر کا کنواں

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے اسی معنی کے مطابق ایک حکایت بیان فرمائی کہ مشاہدہ ہے کہ اس علاقے میں کسی بزرگ کی مزار ہے اسے سرخہ پیر کہتے ہیں، اس مزار سے متصل ایک کنواں ہے۔ حضرت صاحب کے زمانہ مبارک میں جس کسی کو دیوانہ کتا کاٹتا اور وہ حضرت صاحب کی خدمت میں آ کر التجا کرتا تو آپ اسے فرماتے جاؤ سرخہ پیر کے کنوئیں کے پانی سے غسل کرو۔۔ جب وہ شخص سرخہ پیر کے کنویں کے پانی سے غسل کرتا تو فوراً شفایاب ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ محض ظاہری حیلہ سازی تھی، ورنہ دراصل تمام تصرّف حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا اپنا تھا۔

خواجہ اجمیری اور غوث پاک کی ہمزمانی

ایک دن ایک ہندوستانی شخص نے سوال کیا کہ یا غریب نواز! حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نائب الرسول فی الہند اور حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما کی آپس میں ملاقات ہوئی ہے یا نہیں؟

حضور ثانی کریم غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا: ان کی آپس کی ملاقات میں اختلافات ہے مگر ان کے ہم زمان ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ عوام الناس میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ یہ دونوں بزرگ آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں لیکن مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ یہ بات غلط مشہور ہے کیونکہ یہ کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح بھی ہو (یعنی ان دونوں بزرگوں کا آپس میں خالہ زاد بھائی ہونا) پھر بھی یہ قرابت ظاہری ہے جو اتنی قابل اعتبار نہیں ہے مگر ان کی دوسری قرابت جو قرب الی اللہ سے عبارت ہے، اس میں کسی غیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم

زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

یعنی: کوئی دوروں آ بک بھر گئے۔کئی نیڑے تسڑے مر گئے یعنی دور دراز کا سفر کر کے آنے والا کوئی حسن بصری بنا، کوئی حضرت بلال حبشی اور کوئی صہیب رومی ہوا، مگر سر زمین مکہ سے تعلق رکھنے والا ابوجہل محروم خائب خاسرہ۔

تمت بالخیر بعونہ تعالیٰ

بوقت نصف النہار بروز جمعرات ۹ رجمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

☆......☆......☆......☆......☆

سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ

اے خداوندا ! تو ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفٰے ﷺ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس بندِ محنت میں اسیر
کھول دے مشکل علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے واسطے

خواجۂ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبد الواحد اہلِ بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیلِ خواجۂ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کے لیے ٹک رحم کر
پھر ہبیرہ البصری صاحب ہُدیٰ کے واسطے

خواجۂ ممشاد کی کاطر مرا دل شاد کر
شیخ بُو اسحاق قطب چشتیہ کے واسطے

خواجۂ ابدال احمد بُو محمد مقتدیٰ
خواجۂ بُو یوسف صاحب صفا کے واسطے

خواجۂ مودودِ حق اور خواجۂ حاجی شریف
خواجۂ عثمان اہلِ اقتداء کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین حسن
شیخ قطب الدین قطب الاتقیاء کے واسطے

کام کر شیریں طفیلِ خواجۂ گنج شکر
اور نظام الدین محبوبِ اولیاء کے واسطے

دل کو روشن کر طفیلِ شاہ نصیر الدین چراغ
اور کمال الدین کمالِ اصفیاء کے واسطے

دور کر ظلمت سراج دینِ دنیا کے طفیل
اور علم الحق و دین علم الھُدیٰ کے واسطے

حضرتِ محمود راجن سرورِ دنیا و دیں
اور جمال الدین جمن صاحب صفا کے واسطے

شیخ حسن اور خواجۂ شیخ محمد کی طفیل
حضرت یحییٰ مدنی مقتدیٰ کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہ ولی
اور نظام الدین مقبولِ خدا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر الدین
خواجۂ نور محمد رہنما کے واسطے

حضرتِ خواجۂ سلیمان دو جہاں کے دستگیر
قبلۂ حاجات و کعبۂ مُدّعا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ اللہ بخش پیر
عارف باللہ کامل رہنما کے واسطے

یاالٰہی کھول دے مشکل میری دارین میں
خواجہ موسیٰ تقی باصفا کے واسطے

صاحبِ صدق وصفا عالی مراتب بے ریا
خواجہ محمد حامد صاحب صابروشاکرنورِخدا کےواسطے

کلفتِ غم سے چھڑا یارب دلِ رنجور کو
خواجہ حافظ سدیدالدین باصفا کے واسطے

صاحبِ کشف وکرامات صاحب صبر ورضا
خواجہ خان محمد نورالاصفیا کے واسطے

گرمیٔ سُوزِ محبت میرے دل کو بھی ہو عطا
حضرت خواجہ عطاءاللہ مسند نشین چشتیہ کے واسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع کردے ماسوا
برکت پیرانِ سجرہ چشتیا کے واسطے

بخش دے ہم سب کو خدا
سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

وظیفہ برائے حل مشکلات

حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:
سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پڑھنے کے بعد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رضی اللہ عنہ کے گیارہ اسم بطورِ وظیفہ دن میں تین بار یا ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو اور فرمایا بوقت حل مشکلات یہ گیارہ نام گیارہ مرتبہ پڑھ کر کہیں:

''امداد یا پیر پٹھان خواجہ سلیمان صاحب''

ان شاء اللہ تعالیٰ شاہ سلیمان کے طفیل مشکل حل ہو جائے گی۔

وہ اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ. (تین مرتبہ)

(۱) الٰہی بحرمت حضرت درویش محمد سلیمان معین اللہ

(۲) الٰہی بحرمت حضرت فقیر محمد سلیمان شاہد اللہ

(۳) الٰہی بحرمت حضرت مسکین محمد سلیمان معشوق اللہ

(۴) الٰہی بحرمت حضرت اوتاد محمد سلیمان اسد اللہ

(۵) الٰہی بحرمت حضرت سلطان محمد سلیمان سیف اللہ

(۶) الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سلیمان امرُ اللہ

(۷) الٰہی بحرمت حضرت ولی محمد سلیمان سہمّ اللہ

(۸) الٰہی بحرمت حضرت قطب محمد سلیمان امان اللہ
(۹) الٰہی بحرمت حضرت قطب الاقطاب محمد سلیمان فضل اللہ
(۱۰) الٰہی بحرمت حضرت بگوش محمد سلیمان رحمۃ اللہ
(۱۱) الٰہی بحرمت حضرت محبوب محمد سلیمان حبیب اللہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلیٰ آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔
(تین مرتبہ)

♋

اے قبلۂ دیں کعبہ ایماں مدد دے
وی بحر محیط فیض رحماں مدد دے
شُد تیرہ دل از خیرگی نفس وحوادث
اے فخر جہاں نور وسلیماں مدد دے

♋

اسم اعظم حرزِ اکبر اعتصام شش جہات
نامِ او خواجہ سلیماں وردِ حلِ مشکلات
قاضی حاجات عالم کافی ہر درد وغم
بے پناہاں را پناہے در حیات و در ممات

♋